مکمل ناول

وہ پگلی دل کی ملکہ

سمیرا ارباب چیمہ

ڈھولک پر پڑنے والی ہر تھاپ اس کے دماغ پر کسی بے رحم ہتھوڑے کی کاری ضرب ثابت ہوئی جس نے اس کے دماغ کے ہر کونے کھدرے میں اک بے سرا بے ہنگم سا شور برپا کر دیا جس سے اس پل اسے شدید نفرت محسوس ہوئی۔

صبح سے شام پھر شام سے رات ہو گئی تھی لیکن اس کے اضطراب سے اور بے چینی میں رتی برابر بھی کمی نہ آئی مستقبل کا لایعنی سوچوں سے اس کے اعصاب چٹخنے لگے تھے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جیسے سلب ہو چکی تھیں اک پل کے لئے تو اس کا دل چاہا کہ اپنے کمرے کی ہر چیز اٹھا کر تہس نہس کر دے یا پھر پوری دنیا کو آگ لگا دے لیکن ایسا کرنے سے بھی اس پر تھوپے گئے فیصلے میں کسی قسم کا ردو بدل میں کیا جائے گا لہٰذا اس نے اپنے قہر آلود جذبات وخواہشات پر قابو پاتے ہوئے انہیں کسی اور وقت کے لئے اپنے دل میں ہی قفل کر لیا۔ پھر کمرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پنڈولیم کی طرح چکراتے ہوئے اس نے اچانک سے خود پر ٹوٹنے والی افتادہ مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے ایک کے بعد دوسرا آئیڈیا سوچنا شروع کر دیا حتیٰ کے مسلسل پریڈ کے باعث اس کی ٹانگیں شل ہونے لگی تھیں، لیکن راہ نجات کے سبھی آئیڈیاز فلاپ ثابت ہوئے یا شاید ذہنی کیفیت ہی جواب دے گئی تھی، تھک ہار کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر اسے بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھتے ہوئے اپنی حد درجے تنی ہوئی سلگتی کنپٹیوں کو انگلیوں کے دباؤ سے اندر دھکیلنے کی کوشش کی جو اس حد تک ابھری ہوئی تھیں گویا ابھی کھوپڑی پھاڑ کر باہر نکل کر پھڑپھڑانے لگیں گی۔

صبح سے لے کر اب تک کا وقت اس کے لئے جاں سوز لمحات سے بھرا تھا جہاں اسے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی گھر میں بھی ڈ

©www.pkdigest.com

بخوشی تیاریاں اور تقریب میں شمولیت دیکھ کر اس کا دل بری طرح سے جل کر راکھ ہوا تھا یعنی جس کے وجود سے ان کی خوشیاں اور اس تقریب کی تیاریاں مشروط تھیں اس کی مرضی سے کسی کو کوئی سروکار نہ تھا، کسی کو بھی پرواہ نہ تھی کہ اس کے ساتھ کتنی زیادتی کی جا رہی ہے یہاں تک کہ کسی کے پاس وقت تک نہ تھا اس کے دکھ کا مداوا کرنے کا یا محض یہ جاننے کا کہ آیا وہ خوش ہے بھی یا نہیں بلکہ سب کو اپنی اپنی پڑی تھی عجیب سی افراتفری پھیلی تھی جسے دیکھ کر اس کا دل کٹ کٹ جا رہا تھا اور اس پر ستم یہ کہ گھر کے بھی افراد تیار ہونے کے بعد اس سے رائے مانگنے کی غرض سے چڑاتے ہوئے اس کے جلے پر نمک چھڑکتے بدلے میں سب کو اس کی قہر برساتی آتشیں نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا، ایک بار تو اس کا دل چاہا کہ وہ گھر سے ہی بھاگ جائے تا کہ یہ تقریب اور سب کی تیاریاں دھری کی دھری رہ جائیں لیکن پھر سوچا کہ گھر والوں کی بھری برادری میں بدنامی اور اپنوں سے خود کو دائمی جدائی بھی اسے بہرحال قبول نہ تھی یعنی ان اذیت ناک لمحوں میں بھی اسے اپنے گھر والوں کی اور ان کی عزت کی پرواہ تھی لیکن بدلے میں اس کے گھر والے کیا کر رہے تھے اس کے ساتھ کسی ایک کے بھی تو اس کی سائیڈ نہ لی تھی کسی ایک نے بھی اس کی مدد نہ کی چلو بھائیوں سے تو گلہ نہ تھا کہ ان کی کہاں کوئی چلنے دیتا ہے لیکن مما پاپا سے اسے سخت ناراضگی تھی کیونکہ وہ تو دا جی کے سامنے اس کے لئے احتجاج کر سکتے تھے لیکن، انہوں نے بھی بے بسی کی جھنڈی لہراتے ہوئے اسے بالکل تنہا کر دیا یعنی اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا، سوائے دا جی کے فیصلے پر قربان ہونے کے ابھی اس کی سوچ اپنی ضیاء و حاصل پر ہی چک پھیریاں لے رہی تھی کے دیوار پر نصب اولڈ ٹریڈیشن لکھنوی گھڑیال نے آٹھ بجے کا الارم بجا دیا اس گھڑیال کی بناوٹ فیصل آباد گھنٹہ گھر سے ملتی جلتی تھی جس کا سائز عام گھڑیوں سے بڑا تھا اور یہ مکمل طور پر لکڑی سے بنی تھی یہ گھڑیال دا جی اس کے لئے بطور خاص لکھنؤ سے لائے تھے جس کا الارم اتنا زوردار تھا کہ ہر گھنٹے اور اس کی گونج پورے ''ہاشم ولا'' میں سنائی دیتی تھی گھڑی کی سوئی کو آٹھ کے ہندسے پر نصب دیکھ کر اس کا دل پھر سے سکڑ گیا۔

''یا الٰہی اب کیا کروں؟'' کچھ ہی دیر میں رسمیں شروع ہونے والی تھیں یہ سوچ کر ہی اس کے اشتعال کو ایکبار پھر ابال آیا، لیکن پھڑ پھڑانے کے علاوہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا، عجیب بے بسی تھی، ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ شکنجے کی صورت میں پیوست کرتے ہوئے ان پر ہونٹ رکھ کر اس نے باقاعدہ آگے پیچھے ہلنا شروع کر دیا یہ اس کی حد درجے پریشانی کی علامت تھی آج سے قبل گھر آنے کی جلدی اور سب سے ملنے کی خوشی میں اس کے لئے یہ بارہ وہ آخری [illegible] کرنا بھی کتنا مشکل ہوتا تھا، لیکن آج تو جیسے وقت ٹرین کی مانند گزر رہا تھا، جس کا رکنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور اتنی تیزی سے بیتتے وقت میں اس کی ہر کوشش ناکامیاب ہو گئی تھی، پھر اچانک اپنی سابقہ حرکات ترک کرتے ہوئے اس نے اپنے دائیں سائیڈ پہ بیڈ پر بکھرے لباس کو پہلی بار غور سے دیکھا۔

مسٹرڈ کڑھائی دار سندھی شیروانی سفید سلکی پائجامہ اور گولڈن تلے کا کڑھائی والا کھسہ اور سر پر رکھنے کے لئے سفید نگینے جڑی پگڑی، جبکہ دوسری طرف مومی شاپرز میں پیک سو سو کے لال نوٹوں سے بنے ہار اور تازہ گلاب کے ہار تھے دا جی کی پسند بھی لاجواب تھی خالصتاً پنجابی Touch تھا، ہر چیز آج کے دن کے حوالے سے منعقد تقریب کی Demand کو پورا کرتی تھی ایک پل کے لئے تو اس نے دا جی کی اس بے مثال

شاپنگ کو خوب سراہا جو جلد بازی میں شاندار طریقے سے دل کھول کر کی گئی تھی لیکن پھر اگلے ہی لمحے اس کی تیوریوں پر ان گنت بل پڑ گئے آج اس کی مہندی تھی اور کل شادی بظاہر تو ہر لڑکے کی طرح اسے بڑی خوشی سے تیار ہو کر اپنی ہی مہندی انجوائے کرنا چاہیے تھا لیکن وہ سارے گھر والوں سے جھگڑ کر یہاں ناراض ہو کر بیٹھا تھا، اس لئے نہیں کہ وہ شادی نہیں کرنا چاہتا تھا یا وہ کسی اور میں Intrested تھا بلکہ اس کے لئے کہ اس کی اچانک شادی طے کر دی گئی تھی بنا اسے بتائے وہ بھی اتنی اچانک کہ اگر اس کے دوست سنتے تو خوب مذاق اڑاتے یعنی نہ کوئی رشتہ لینے دینے والا چکر ہوا نہ منگنی ہوئی نہ شادی کی تاریخ طے کی گئی بلکہ ان سب کے متضاد وہ ہوا جس نے اسے حیران و پریشان کر دیا آج صبح ہی جب دا جی کے فوری حکم پر وہ گھر پہنچا تو لائٹوں سے سجے سجائے گھر اور مکمل تیاریوں کے ساتھ اس کے سر پہ روح فرسا خبر سنائی [illegible] شادی [illegible] ہے اس ہوا ہے سے آج اس کی مہندی اور کل بارات تھی، خبر تھی کہ آسمانی بجلی جو اس پر اس درجہ شدت سے گری تھی کہ وہ چکرا کر رہ گیا تھا اور ظلم کی تو یہ انتہا تھی کہ اپنی متوقع شریک سفر کو بنفس نفیس دیکھنا تو درکنار اس کی ایک فوٹو تک ہاتھ نہ لگی تھی اور تو اور وہ تو اپنی زندگی میں اس نئے آنے والے انقلابی وجود کے نام تک سے ناواقف تھا، سب کچھ بس آندھی طوفان کی طرح طے ہو گیا جس نے اسے ششدر کر دیا تھا اور اس جان لیوا خبر کے نشر ہونے سے لے کر اب تک اس نے ہر ممکن طریقے سے دا جی کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن کسی قسم کی بھی ذاتی و اخلاقی یا جذباتی دھمکیاں ان کے فیصلے کو بدلنے میں ناکام ثابت ہوئیں بظاہر تو دا جی پورے گھر میں صرف اسی سے بے تحاشا محبت کرتے تھے، لیکن اپنے اصولوں کی پائیداری کے معاملے میں وہ Hitler

ابنِ انشاء کی کتابیں

طنز و مزاح سفرنامے

- اُردو کی آخری کتاب
- آوارہ گرد کی ڈائری
- دُنیا گول ہے
- ابن بطوطہ کے تعاقب میں
- چلتے ہو تو چین کو چلیے
- نگری نگری پھرا مسافر

شعری مجموعے

- چاند نگر
- اس بستی کے اک کوچے میں
- دلِ وحشی

طنز و مزاح

- باتیں انشاء جی کی
- دخل در معقولات
- آپ سے کیا پردہ
- بقلم خود

لاہور اکیڈمی ۲۰۵ سرکلر روڈ لاہور

©www.pkdigest.com

کے چیلے تھے یہ ان کے اپنے پوتوں کی مشترکہ اتفاق رائے تھی پھر چاہے بات ان کے عزیز از جان پوتے جناب "مغل سبحان رضا قاسمی" کی ہی کیوں نہ ہو، اسی لئے چاروناچار محترم مغل سبحان رضا کو اپنے پیارے داجی کے سامنے سرنڈر کرنا پڑا لیکن جوں جوں مہندی کی رسم کا وقت قریب آ رہا تھا اس کا دماغ درد کے باعث پھر سے پھٹنے لگا تھا اس وقت وہ جس قسم کی ذہنی اذیت میں مبتلا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر وہ اپنی کنپٹیوں میں اٹھنے والی درد کی ٹیسوں کو دبانے کی کوشش کرنے لگا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ نیچے صحن میں ڈھولک کو بری طرح پیٹنے کے ساتھ ساتھ اپنے بے سرے گلوں کو پھاڑ پھاڑ کر انڈین اور پاکستانی گانوں کی ٹانگیں توڑتے ہوئے بے تکے راگ الاپتی نور جہاں کی جانشینوں نے اس کے آرام و سکون کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا وہ غصے سے پیر پٹختا اپنے کمرے سے باہر آیا پھر ریلنگ کو تھام کر نیچے دیکھا تو حیران رہ گیا ایک بی اماں ڈھولک کی تھاپ پر گائے جانے والے پنجابی ٹپے پر آنکھیں بند کئے باقاعدہ جھوم رہی تھیں دوپٹہ سر سے ایک طرف پھر اچانک ناچتے ناچتے انہوں نے ڈھولک پر پیچ بجانا بھول کر بی اماں کو غصے سے گھورتے ہوئے اپنے پیر کو سہلانے لگیں، لیکن بی اماں تو پاکستانی Pop singer "علی ظفر" کی طرح اس قدر مگن تھیں کہ انہیں اپنے قرب و جوار کا بھی ہوش نہ تھا سبحان خواتین کی اس درجے دلچسپی دیکھ کر بے اختیار ہنسی آ گئی پھر وہ واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور دروازہ بند کرنے کے بعد صوفے پر جا بیٹھا سوچ نے ایکبار پھر زور شور سے حملہ کیا، ٹانگ پر ٹانگ جما کر صوفے کی پشت سے سر ٹکاتے ہوئے اس نے اپنی معتدل پرسکون زندگی میں ہونے والے اس اچانک انقلاب کا ایکبار پھر تجزیہ کیا لیکن سوچنے کے لئے تھا ہی کیا محض صبح سے لے کر شام تک کا وقت اس پر آخر وہ کیا تجزیہ کرتا کس بات کا حساب کرتا کوئی ماہ و سال کا شمار تو تھا نہیں وہ اسی الجھن میں پھنسا تھا کہ اسی اثناء میں دروازے پر دستک ہوئی اس نے بنا کوئی جواب دیئے سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے دروازے کی سمت دیکھا اجازت طلب کرنے پر نوارد نے جیسے ہی اندر قدم رکھا کہ سبحان کی پیشانی شکنوں سے پر ہو گئی۔

"یہ کیا برادر آپ نے ابھی تک چینج نہیں کیا جبکہ داجی نے بھی آپ کو لینے بھیجا ہے۔" بادامی کڑھائی دار لٹھے کے کڑکڑاتے سوٹ میں ملبوس ست رنگی سلکی سکارف کی بکل مار کر کندھے پر سجائے وہ اس سے محض گیارہ ماہ چھوٹا "حیدر رضا قاسمی" تھا جو اسی کی طرح بے حد وجیہہ اور سوبر پرسنالٹی کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ نیشنل بینک میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہے چہرے پر لگا سفید چشمہ [illegible] کا [illegible] لیکن اس [illegible] Charming پرسنالٹی میں چار چاند لگاتا ہے بیشتر لوگ ان دونوں بھائیوں کو Twince ہی سمجھتے تھے اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی سبحان کو سابقہ حلیے میں دیکھ کر استفسار کیا تو اس نے بنا جواب دیئے ناگواری سے رخ دوسری جانب موڑ لیا، حیدر اس کی ناراضگی کی وجہ اچھی طرح جانتا تھا اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس وقت اس کے دوست جیسے بھائی کے دل پر کیا بیت رہی ہے لیکن وہ اس بات سے بھی انجان نہیں تھا کہ ایسے معاملات میں جب داجی فیصلہ سنا چکے ہوں تو چپ رہنے میں ہی بھلائی ہے کجا مخالفت، لہٰذا وہ اس کا دکھ سمجھتے ہوئے خاموشی سے اسی کے قریب صوفے پر بیٹھ گیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گویا ہوا۔

"Come on سبحان اب کیا بات بھی نہیں کرو گے مجھ سے؟" معمولی فرق کی بنا پر وہ اس کا نام ہی لیتا تھا تاہم آپ جناب کے احترام کو وہ ہمیشہ ملحوظ رکھتا اس کے نرمی سے کیے گئے سوال نے سبحان کو اچھا خاصا گرم کر دیا پھر اس نے مشتعل ہو کر اس کا ہاتھ کندھے سے ہٹاتے ہوئے غضیلے تیوروں سے حیدر کی جانب دیکھا۔

"ہاں نہیں کروں گا بات اور تم سے تو بالکل بھی نہیں کیونکہ ہم دونوں تو ہمیشہ سے ایک دوسرے کے ہمراز رہے ہیں پھر تم نے کیوں مجھ سے چھپایا باقی سب کو تو میں جانتا ہوں کہ انہیں میری مرضی سے کوئی سروکار نہیں پر تم بھی ان سب کے ساتھ مل کر تماشہ دیکھو گے اس کی مجھے امید نہ تھی اور کچھ نہیں تو At least ایک فون تو کر سکتے تھے نا تم۔" سبحان موقع ملتے ہی اس پر پھٹ پڑا اور ٹھیک ٹھاک بھائی کی کلاس لے ڈالی حیدر نے اس کے تقریباً جائز شکوے کو بڑی توجہ اور اطمینان سے سنا کیونکہ وہ جس قسم کی صورتحال سے گزر رہا تھا کوئی بھی انسان ایسے ہی Re-act کرتا حیدر بہت ہی کم گو دھیمے مزاج اور اپنی ذات [illegible] دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی پسند نہیں کی بلکہ وہ تو "جیو اور جینے دو" کے مقولے پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی سہل انداز میں خاموشی و سکون سے گزارنے کا قائل تھا تاہم اس کی پورے گھر میں صرف بڑے بھائی سے گاڑھی چھنتی تھی، دونوں بھائی کوئی بھی کام کرنے سے پہلے ایک دوسرے سے صلاح مشورہ ضرور کرتے تھے، حیدر نے بھی سبحان کی کیفیت کا اندازہ کرتے ہوئے اس کے شکوے کا قطعی برا نہ مان کر وضاحت دینے لگا۔

"نہیں سبحان یہ سچ نہیں ہے کیونکہ آپ وہی دیکھ رہے ہیں جو آپ کو نظر آ رہا ہے جبکہ سچائی اس کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ میں تو خود تین دن سے کسی کام کے سلسلے میں Out of city تھا جب واپس آیا تو اس اچانک خبر نے مجھے بھی ہلا کر رکھ دیا پھر جب میں نے آپ کو اطلاع کرنا چاہی تو آپ وہاں سے نکل چکے تھے دوسری طرف داجی نے گھر میں ایک اور مارشل لاء نافذ کر دیا تھا کہ آپ کو اس معاملے کی بھنک تک نہ پڑنے دی جائے کہ کس سلسلے میں یوں آپ کو اچانک بلوایا جا رہا ہے اب آپ خود سوچو کہ داجی کے خلاف جا کر کوئی ان کے عتاب کی مار سہہ سکتا ہے بھلا؟ یقین مانو سبحان میں بھی ایسا نہیں چاہتا لیکن...... خیر اب آپ کو یہ اندازہ تو ہو گیا ہو گا کہ اس سارے قصے میں میرا کتنا قصور ہے؟" حیدر نے اپنی مخصوص فطری سمجھدار طبیعت کے باعث نپے تلے انداز میں سمجھاتے ہوئے اپنی Postion کلیئر کی جس سے سبحان کو اس کی بے گناہی کا یقین ہو گیا لیکن وہ جس ٹینشن میں پھنسا تھا اس سے باہر نکلنے کا اسے کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے یار لیکن انہیں سمجھانے کی کسی نے کوشش تک نہیں کی جبکہ میری تو وہ ایک بات بھی سننے کو تیار نہیں ہیں۔"

"Exactly وہ آپ کی تو کیا کسی کی بھی بات سننے کو تیار نہیں تھے اور آپ کو تو پتہ ہے کہ داجی کے حکم اور فیصلے اچانک ہونے کے ساتھ ساتھ حیران کن بھی ہوتے ہیں جن میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہوتی آخر وہ اپنے دور سخت ترین آرمی آفیسر رہ چکے ہیں جنہوں نے صرف حکم صادر کیئے ہیں لیکن ان میں ردوبدل کرنا بھی سیکھا نہیں، اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک سر پھرے ریٹائرڈ آرمی آفیسر کے لئے ناں سننا کس حد تک مضحکہ خیز اور ناممکن بات ہو گی۔" حیدر بڑے رسان سے داجی کی طبیعت کے متعلق وہی باتیں دہرا رہا تھا جن سے وہ بخوبی واقف تھا۔

"لیکن ایک بات یہ بھی ہے سبحان کہ داجی آپ کو بے حد چاہتے ہیں ہم سب سے زیادہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں اور کیوں نہ کریں بھئی آخر کو آپ اس خاندان کے پہلے چشم و چراغ اور ان کے لاڈلے فرمانبردار پوتے جو ہیں، انہیں آپ پر بڑا مان ہے کیونکہ آپ نے آج تک ان

©www.pkdigest.com

کی کوئی بات نہیں ٹالی اس مان و یقین کے تحت انہوں نے آپ کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی سر تسلیم خم کریں گے۔" حیدر بے حد ذہین اور معاملہ شناس انسان تھا بڑے طریقے سے اس نے بات کا رخ موڑ لیا تا کہ سبحان مان بھی جائے اور داجی سے خائف بھی نہ ہو۔

"یہ سب تو میں بھی جانتا ہوں یار داجی سے میں بھی بے حد محبت کرتا ہوں میں انہیں کبھی بھی دکھی نہیں دیکھنا چاہتا اور اپنے حوالے سے تو بالکل نہیں لیکن جو ہو رہا ہے وہ اتنی جلدی ہو رہا ہے میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا کیا کروں؟" سبحان اس کی باتوں سے کافی حد تک قائل ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس کی Brain washing میں کوئی کمی باقی رہ گئی تھی جو وہ یوں الجھتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"میری مانیں تو جو ہو رہا ہے ویسا ہی ہونے دیں اور یہ سوچ کر مطمئن ہو جائیں کہ آپ ہماری ہونے والی بھابھی کے ساتھ جلد ہی ایڈجسٹ ہو جائیں گے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ بہت Nice ہیں باقی رہی جلدی کی بات تو یہ کوئی اتنا بڑا انقلاب نہیں ہے شادی کے بعد وقت ہی وقت ہو گا ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے پھر کوئی نئی بات تھوڑی ہے۔" حیدر نے شیروانی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ریلیکس انداز میں کہا جسے خاموشی سے سبحان نے تھام لیا لیکن اس کے آخری الفاظ اسے پھر سے غصہ دلا گئے۔

"ہاں نئی بات تھوڑی نا ہے بس اک ذرا سی شادی ہی تو ہو رہی ہے۔" سبحان نے طنزیہ انداز میں اس کی بات کو اور رنگ میں پیش کیا تو حیدر مسکراہٹ ہونٹوں تلے دباتا کھسیانی بلی بن گیا۔

"آئی ایم سوری یار میں ذرا زیادہ بول گیا۔" اس نے فوراً معذرت کی کہ وہ کپڑے پھر سے واپس نہ رکھ دے۔

"چچ چچ......چچ......افسوس صد افسوس کس قدر ناشکرے ہیں لوگ جنہیں بن مانگے ہی شادی کا لڈو کھانا نصیب ہو رہا ہے اور وہ ناک منہ چڑھا رہے ہیں جبکہ ایک ہم ہیں معصوم دنیا جو اپنے چھوٹے ہونے کی سزا کے باعث اس لڈو کو چکھنا تو دور کی بات اس کی خوشبو تک کو سونگھنے کے لئے ترس رہے ہیں، سچ بھائی مجھے تو شادی کی اتنی جلدی ہے کہ اگر داجی نے آپ کی جگہ مجھے یہ خبر سنائی ہوتی نا تو بخدا میں جھٹ سے دولہا بن کر فٹ سے گھوڑی پر سوار ہو جاتا اور ایک آپ ہیں جو سو نخرے کر رہے ہیں۔" یہ مزید تبصرہ نگاری نیو انٹری کی جانب سے ہوئی تھی جو کب سے دروازے میں منہ دیئے دونوں بھائیوں کی مابین ہونے والی جراح گوئیوں کو گوش فرما رہا تھا آپ ہیں اس گھر کے آخری اور سب سے چھوٹے سپوت "دانش رضا قاسمی جو سبحان سے تقریباً چار سال جبکہ حیدر سے تین سال چھوٹے ہیں اور ایم اے [illegible] عادت وفطرت دونوں بڑے بھائیوں سے مختلف ہے اس کی طبیعت میں بلا کی شوخی لاابالی اور مسخرہ پن ہے بلکہ وہ حد درجے منہ پھٹ اور غیر ذمہ دار ہے سارا دن گھر میں لڑکیوں کی طرح پھدکتا رہتا ہے ہنسنا ہنسانا موجیں اڑانا اس کی زندگی کا شیوہ ہے ایک طرح سے اس کے وجود سے ہاشم ولا میں رونق ہے اور سب سے بڑی بات کہ دانش اپنی ماں "عالیہ رضا" کا بے حد لاڈلہ ہے بلکہ دانش میں تو ان کی جان بستی ہے ہر بات کہہ دیتا ہے تاہم داجی کے سامنے وہ اول فول بکنے سے پرہیز کرتا ہے گھر میں بھی اسے پیار کرتے ہیں حتیٰ کہ سبحان اور حیدر بھی اس کا بے حد خیال رکھتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر وہ اس کی غلطیوں پر اسے سرزنش بھی کرتے ہیں جن پر وہ بالکل بھی کان نہیں دھرتا اب بھی اس نے بھائیوں کے بیچ کودنا ضروری سمجھا کہ بہرحال

اسے گھر میں بھابھی کے آنے کی سب سے زیادہ خوشی تھی۔

"دانش یہ کیا حرکت ہے تم لڑکیوں کی طرح چھپ چھپ کر ہماری باتیں سن رہے تھے؟" حیدر نے اسے دروازے پر ہاتھ دائیں بائیں جما کر شرارت سے مسکراتا دیکھ کر گھر کا تاہم سبحان خاموش رہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب دانش کی بات بے بات تک بندیاں شروع ہو جائیں گی حیدر کے ڈانٹنے پر وہ ہاتھ جھاڑتا اندر ہی چلا آیا۔

"معافی چاہتا ہوں حضور، کیا کروں ہمارے گھر میں کوئی لڑکی نہیں ہے نا اس لئے یہ فریضہ بھی مجھے ہی انجام دینا پڑتا ہے، ارے بھئی پل پل کی خبر رکھنا میرا فرض ہے خیر ہم نے تو سوچا تھا کہ بھابھی کے آنے سے میری اس کام سے چھٹی ہو جائے گی لیکن لگتا ہے کہ سبحان بھائی کے ارادے کچھ اور ہی بتا رہے ہیں۔" دانش نے تمہید باندھ کر ہاتھ ملتے ہوئے ترچھی نظروں سے سبحان کو دیکھا [illegible] تھا اس کا چہرہ دیکھ کر دانش شرارت سوجھی۔

"سبحان بھائی چلیے آپ کی خاطر میں یہ قربانی دینے کو تیار ہوں، اگر آپ اس شادی سے اتنے ناخوش ہیں تو ایک کام کریں بھابھی سے میری شادی کروا دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ویسے بھی میرا نمبر تو دیر سے آنے والا ہے جبکہ میں تو شادی کے لئے مرا جا رہا ہوں کم از کم آپ کے انکار سے لگے ہاتھ میرا ہی بیڑا پار ہو جائے گا۔"

"دانش، یہ کیا بدتمیزی ہے کبھی تو عقل کی بات کیا کرو ہمیشہ بے تکان ہی بولتے ہو۔" حیدر کو اس کا یہ سب کہنا ناگوار لگا اسی لئے اسے ڈپٹا تو وہ کھسیانا ہو کر کان کھجانے لگا البتہ سبحان نے کہا کچھ نہیں محض گھورنے پر ہی اکتفا کیا۔

"سوری میں تو بس یہ دیکھنے آیا تھا کہ بھائی تیار ہوئے یا نہیں، خیر اب جلدی سے تیار ہو جائیں اس سے پہلے کہ داجی بذات خود یہاں آ کر آپ کا میک اپ کریں فوراً نیچے پہنچیں میں چلتا ہوں۔" دانش یکدم مودب ہوتا کہہ کر چلا گیا تو حیدر نے بھی جانے کا قصد کیا۔

"دانی ٹھیک کہہ رہا ہے اب آپ جلدی سے تیار ہو جائیں ورنہ داجی کو تو آپ جانتے ہیں ناں اوکے ٹیک کیئر۔"

"اب تم کہاں جا رہے ہو؟" حیدر جانے کے لئے جیسے ہی مڑا اس کے پوچھنے پر رکا اور سوالیہ انداز میں سبحان کو دیکھا تو وہ گویا ہوا۔

"اب تک سب نے اپنی مرضی کی لیکن تیار ہونے میں تو تم میری مدد کر سکتے ہو نا؟" سبحان کی بات سمجھ کر حیدر کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی یہ اس کی نیم رضامندی کا اظہار تھا۔

"آخر پہلی بار دولہا بن رہا ہوں اپنی ہی شادی میں مجھے Special تو دکھنا ہی چاہیے اس بدمزگی کے قصے میں، میں اپنی پہلی اور آخری شادی میں برا ہرگز نہیں لگنا چاہتا So pleaze help me?" اس بار سبحان نے مسکراتے ہوئے یہ بات کہی تھی جسے سن کر حیدر بے اختیار اس کے گلے سے لگ گیا۔

"تھینک یو یار تھینک یو سوچ میں جانتا تھا کہ آپ ضرور سمجھو گے، دیکھنا داجی کا فیصلہ آپ کو غلط نہیں لگے گا۔" حیدر نے بے پناہ مسرت سے کہا وہ حقیقتاً اپنے بھائی کی رضامندی پر مطمئن ہو گیا تھا اور سبحان یونہی مسکراتا ہوا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

ڈھول ڈھمکے سے سجی روشنیاں بکھیرتی پُر رونق مہندی لڑکی والوں کی جانب سے آئی تھی جن کا ہاشم ولا میں بھرپور خیر مقدم کیا گیا، پھر سرخ زرتار آنچل کے سائے تلے حیدر اور دانش سمیت کئی اور دوستوں اور کزنز کی سنگت میں اسے مہندی کی سٹیج تک لایا گیا سب سے پہلے اس

©www.pkdigest.com

کے سسرال کی بڑی بوڑھی خواتین نے مہندی کی رسم ادا کی ان خواتین کی بھی عجیب ہی منطق تھی، مہندی لگانے کے بعد تیل کی پیالی میں پورا ہاتھ دھو کر سبحان کے بالوں میں خوب رگڑ لگا رہی تھیں پھر پورا اس کے منع کرنے کے باوجود اس کے منہ میں ٹھونسنا فرض سمجھتی تھیں کچھ ہی پلوں میں سبحان کے خوبصورت سلکی بالوں سرسوں کے تیل میں پوری طرح نچڑ گئے تھے حتیٰ کہ اب قطرے اس کے ماتھے پر لکیر بنا کر کھینچنے کے بعد اس کی خوبصورت شیروانی پر نقش و نگار بنا رہے تھے جبکہ اس کے دوست اس کی پوری درگت بنتی دیکھ کر قہقہے مار کر خوب مذاق اڑا رہے تھے اور اس کی حالت انجوائے کر رہے تھے اور بیچارہ سبحان اپنے بالوں کی اس قابل رحم حالت پر ترس آیا جنہیں کبھی اس نے تیل کا چھڑکاؤ تک نہیں کیا تھا کیونکہ اس کے بال قدرتی طور پر بے حد سلکی تھے پھر اس کی سسرالی لڑکیوں اور خواتین نے سبحان کے اردگرد گھیرا ڈال لیا جس میں مردوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا، سبحان خود کو مخالف جنس کے حلقے میں مقید دیکھ کر متوقع کاروائی کے بارے میں مشکوک ہوا خواتین کے شرارت سے مسکراتے چہروں کو دیکھ کر اس کا دل خوف سے اچھلا اس نے مدد طلب نظروں سے اپنے محافظین کو کھوجنا چاہا لیکن وہ بیچارے بھی اس حلقے کی حدود سے باہر پھڑ پھڑا رہے تھے، سبحان نے کسی گڑبڑ کے تحت کھے میں مقید پاؤں کا زمین پر دباؤ بڑھایا کیونکہ کسی بھی وقت بھاگنا پڑ سکتا ہے۔

”چلو بھئی کڑیو دیر کس بات کی شروع ہو جاؤ ارے بھئی دال میں جب تک تڑکا نہ ہو تو ہانڈی کا سواد نہیں آتا۔“ ایک ادھیڑ عمر خاتون نے سب کو مخاطب کیا تو وہ ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگیں جبکہ سبحان کا دل خوف سے سکڑ گیا۔

”یا الٰہی اب کیا شروع ہونے والا ہے؟“ اس کے دل نے دہائی دی پھر ایک چھن چھن سالہ بڑی بی لہراتی ہوئی اس کی طرف آئیں اور ٹھمکے لگا کر ناچتی اور سریلی آواز میں گاتی سبحان کو حیران کر گئیں حلقے میں تالیوں کا شور بلند ہوا ساتھ میں بڑی بی کے بول بھی۔

متھے تے چمکن وال میرے بنڑے دے
لاؤ نی لاؤ اینوں شگناں دی مہندی
مہندی کرے ہتھ لال میرے بنڑے دے

سبحان کی بلائیں لیتی ہوئیں وہ مست انداز میں جھومنے لگیں سب نے انہیں بے حد سراہا، پھر دو تین لڑکیاں آگے بڑھیں۔

لڑکا تمہارا کنوارا رہ جاتا
مانو ہمارا احسان
جو لڑکی نے ہاں کر دی

لڑکی والوں پر کھلا اٹیک تھا پھر اپنی بھی کزنز سے کوئی جواب نہ بنتے دیکھ کر کب سے چوکنا کھڑا دانش فوراً جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حلقے میں کودا۔

لے جائیں گے، لے جائیں گے، دل والے
دلہنیا لے جائیں گے
رہ جائیں گے رہ جائیں گے گھر والے
دیکھتے رہ جائیں گے

دانش نے خوب چھنگ منگ کر گاتے ہوئے لڑکیوں کو چھینپنے پر مجبور کر دیا سبحان اس کی شیطانی پر زیر لب مسکرایا اسے یوں نپتے میدان میں نڈر انداز سے کودتے دیکھ کر باقی لڑکوں کی مردانگی نے بھی جوش مارا یوں عاشر، وجدان اور ناصر اور بھی کئی حلقہ خواتین میں داخل ہوئے۔

چھوٹے چھوٹے بھائیوں کے بڑے بھیا
آج بنیں گے کسی کے سیاں
ڈھول نگارے باجے شہنائیاں
جھوم کے آئیں منگل گھڑیاں

سبھی لڑکوں نے سبحان کو گھسیٹ کر میدان میں لا کر اس کے گرد گھومتے ہوئے یہ گانا گایا تو وہ شرمیلی مسکراہٹ سے سر جھکا گیا دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا، آج کے خاص ماحول میں Vip کی حیثیت سے اپنی شمولیت اسے بے حد اچھی لگ رہی تھی لڑکوں کو یوں مداخلت کرتے ہوئے دیکھ کر خواتین سراپا سنگ گئیں پھر انہوں نے اپنی سینڈلز کے نمبر دکھا دکھا کر ان شیطانی چرخوں کو سبحان کے گرد منڈلاتے دیکھ کر بھگانا چاہا لیکن وہ بھی کہاں کم تھے اپنی شوخ و چنچل اداؤں کے جوہر دکھا کر الٹا لڑکیوں کو بھگانے میں کامیاب ہو گئے اور وہ بیچاری اپنی ماؤں دادیوں اور نانیوں کے پہلو میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہو گئیں پھر انہی شوخیوں شرارتوں گانے بجانے ناچنے میں مہندی کا فنکشن رات کے ڈھائی بجے کے قریب اختتام کو پہنچا۔

....

بارات کے دن بظاہر تو وہ پرسکون تھا تاہم اندر ایک عجیب سی بے کلی و بے چینی تھی دل الگ بوجھل سا تھا وہ اپنی حالت خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا اور مہندی کی نسبت آج بارات کے دن وہ بہت بے دلی سے تیار ہو رہا تھا چہرے پر تاہم کسی بھی مسکراہٹ یا پھر مستقبل کے حسین لمحات کا شائبہ تک نہ تھا آج کے دن کا ہر لمحہ اس پر بھاری پڑ رہا تھا تیار ہونے میں بھی اسے مشکل پیش آ رہی تھی لیکن حیدر اور دانش نے اس کی یہ مشکل آسان کر دی تھی اور یوں ایک گھنٹے کی ان تھک محنت کے بعد خوبرو حسین و جمیل سبحان نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگ رہا تھا۔

فالسہ کلر کے شیشے اور ریشمی دھاگوں کی کڑھائی سے مزین واسکٹ اور شلوار سوٹ میں ہم رنگ تلے کی کھیڑی پہنے گلے میں کرسٹلز اور موتیوں سے سجی بیش قیمت مالا پہنے وہ کسی Fairy land کا شہزادہ معلوم ہو رہا تھا چہرے پر پھیلی ہلکی شرمیلی مسکراہٹ حسن و وجاہت کو بڑھا رہی تھیں ان کی والدہ بیگم عالیہ رضا نے باقاعدہ تین تین بار سرخ ثابت مرچیں اپنے دلارے بیٹے کے سر سے وار کر چولہے میں جھونکتے ہوئے نظر اتاری پھر بارات نکلنے سے قبل دو کالے بکرے بطور صدقہ ذبح کیے گئے پھر اسی مصروفیت اور افراتفری میں بینڈ باجوں کی دھن پر خوشی سے جھومتی ناچتی گاتی بارات ہال میں پہنچی جہاں دلہن والوں نے ان کا شاندار بلکہ جاندار استقبال کیا، رسم نکاح کے بعد گھونگھٹ میں لپٹی سمٹی سرخ غرارے لہنگے میں ہولے ہولے اپسراؤں کی سی شان سے قدم اٹھاتی دلہن کو جیسے ہی سبحان کے پہلو میں بٹھایا گیا اس کا دل عجیب سریلے انداز میں دھڑکنے لگا اس کے گالوں پہ چھلکاتے چہرے کی شادابیاں اور بھی بڑھ گئیں عنابی لبوں تلے مسکراہٹ اور گہری ہو گئی اس پر سسرالی سالیوں اور کزنز کی چھیڑ چھاڑ مہمانوں کے ان کی پرفیکٹ جوڑی کے بارے میں پرشوق اور معنی خیز Remarks نے اس کے دل و جذبات پر جمی برف پگھلانے میں اہم کردار ادا کیا نہ جانے کس خدشے کے زیر اثر سبحان نے اپنی نبض چیک کی لیکن اگلے ہی لمحے اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ اس کی نبض تو دل سے بھی کئی گنا زیادہ اسپیڈ سے دھڑکتی معلوم ہو رہی تھی۔

”بن دیکھے یہ حال ہے جب دیکھوں گا تو......“ سبحان کو اپنی خود ساختہ سوچ پر حیرانی ہوئی گھونگھٹ کے بارے میں دادی کی جانب سے سخت ہدایت پہلے ہی لڑکی والوں کو مل چکی تھیں لہٰذا سب کے سمیت وہ بیچارا بھی دیدار سے محروم رہا۔

پھر بھی رسومات سے فارغ ہو کر رخصتی کا آخری مرحلہ بھی گزر گیا اور یونہی ہنستی مسکراتی بارات دلہن کو لے کر ہاشم ولا لوٹی جہاں ایک بار پھر دلہا دلہن کی مشترکہ نظر اتاری گئی، پھر منہ دکھائی کی رسم کی باری آئی اور دلہن کو ایک بار پھر دولہے کے پہلو میں بٹھا کر گھونگھٹ سے چاند چہرے کو آزاد کر دیا گیا سبھی سبحان کی دلہن کے حسن و خوبصورتی کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے، کسی کی بھی

©www.pkdigest.com

زبان اس کے صندلی روپ کو سراہے بنا نہ رہ سکی سب ان کی جوڑی کو چاند سورج سے تشبیہ دے رہے تھے حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ لوگ جواب تک سبحان کی مردانہ وجاہت اور خوبصورتی کے قصیدے پڑھتے تھے وہ اب اس کی دلہن کے حسن کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے نہیں تھک رہے تھے، اسی احساس کے پیش نظر کئی بار اس کا دل مچلا کہ وہ بھی کم از کم ایک جھلک تو اپنی شریک حیات کی دیکھ ہی لے لیکن شرم و حیا اور سب گھر والوں کی خود پر جمی پرشوق نظریں اس کے ناکام بنا گئیں وہ چونکہ سائیڈ پر بیٹھا تھا اور کچھ دلہن کے سر پر نفاست سے سیٹ کیئے گئے دوپٹے کا پلو اس کے چہرے کے آگے گرا تھا جو سبحان کی راہ میں دیوار کی طرح حائل تھا، پھر بھی جب اس نے سب سے نظر بچاتے ہوئے جیسے ہی ذرا سا رخ موڑ کر اپنی نصف بہتر کے رخ روشن کا دیدار کرنا چاہا کہ بدلے میں سب کزنز بھائیوں اور دوستوں او...... واؤ...... آہم...... اوں ہوں جیسی ملی جلی مذاق اڑاتی آوازوں نے اس بوکھلا کر رکھ دیا سہیل نے تو باقاعدہ سیٹی بجا کر اسے سرزنش کیا عاصم اور وقار بھی اسے No chance کا بورڈ دکھا کر چڑا رہے تھے سبحان کو نئے سرے سے غصہ آیا۔

”حد ہوگئی یعنی اب اپنی بیوی کی شکل بھی نہیں دیکھ سکتا۔“ اس نے دل میں بھرپور چیختے ہوئے احتجاج کیا رہی سہی کسر دانش نے شیر کی دم پر پاؤں رکھ کر پوری کر دی۔

”شانتی بھائی جان شانتی کیوں اتنے بے صبر ہوئے جا رہے ہیں آپ ہماری بھابھی کو دیکھنے کے لئے جبکہ یہ تو اب مکمل طور پر آپ کی دسترس میں ہیں کمرے میں لے جا کر خوب جی بھر کر دیدار کیجئے گا بلکہ بار بار کیجئے اور تنہائی میں ان کے حسن کو خوب سراہیے گا تب آپ کو کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا فی الحال آپ ہم سب کو ڈسٹرب نہ کریں اور ہمیں پیاری سی بھابھی جان کو نظر بھر کر دیکھنے دیں کیوں گائیز Am i right۔“ نہایت شوخی سے کہتے ہوئے اس نے اپنے آس پاس کیمرہ لئے کھڑے کزنز سے تائید چاہی۔

”Yes of course۔“ سب نے ایک کورس میں کھینچ کھینچ کر الفاظ ادا کیئے ساتھ ہی قہقہوں کی آوازوں نے ماحول کو مزید خوشگوار بنا دیا تاہم ان سب کی ملی بھگت کے بارے میں سبحان اچھی طرح جان گیا تھا اسی لئے محتاط ہو کر چپ چاپ بیٹھا رہا فوٹو سیشن اور دیگر رسومات کے بعد دلہن کو کمرے میں لے جایا گیا جبکہ سبحان کو دا جی نے اپنے کمرے میں بلوایا جہاں اس وقت گھر کے سبھی افراد جمع تھے دستک دے کر اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر سب کے خوشی سے مسکراتے چہروں پر پڑی دا جی رخ دوسری جانب کیئے کسی شے پر جھکے وہ کچھ تھے متذبذب کا شکار ہوا۔

”آں...... آپ نے بلایا دا جی۔“ اس نے سب کی طرف دیکھ کر جھجکتے ہوئے پوچھا بدلے میں سب منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگے وہ حیران ہوا تب دا جی ایک جھٹکے سے مڑے اور اس پر نظر پڑتے ہی جوش و مسرت سے گویا ہوئے۔

”ظلے...... آ جا میرے رس گلے۔“ دا جی نے باچھیں کھلا کر خوشی سے چہکتے ہوئے اسے اپنے مخصوص لاڈ و محبت والے انداز سے پکارا سب گھر والے اسے سبحان کہتے تھے ماسوائے دا جی کے جن کا وہ بے حد لاڈلا تھا اسی لئے صرف وہی اسے ظلے کے نام سے بلاتے تھے لیکن جب کبھی ضرورت سے زیادہ لاڈ آتا تو وہ اسے مٹھائیوں کے مختلف ناموں سے مخاطب کرتے تھے آج بھی انہیں اپنے پوتے پر ضرورت سے زیادہ پیار آ رہا تھا کیونکہ ہر بار کی طرح اس بار بھی اس نے فرمانبرداری کا ثبوت دیتے ہوئے انہیں بے پناہ خوشی دی تھی۔

”ارے تو ابھی تک وہیں کھڑا ہے پتر، آ جا میرے بیٹے ہال لگ کے ٹھنڈ پا دے یار۔“ دا جی نے اسے ہنوز کھڑے دیکھ کر دونوں بازو وا کرتے ہوئے پھر سے پکارا تو وہ ایکدم آگے بڑھتا کرنٹ کھا کر رکا کیونکہ اس کی نظر دا جی کے دونوں ہاتھوں پر پڑ چکی تھی جن میں سے ایک میں مٹھائی کا ڈبہ اور دوسرے میں شیرہ والی ٹپکتا ادھ کھایا رس گلا تھا یعنی آدھا وہ نوش فرما چکے تھے اور بقیہ حصے سے انصاف کرنے ہی والے تھے کہ سبحان ان کا ارادہ بھانپتے ہوئے فوراً لپکا۔

”دا جی What is this? آپ کو ڈاکٹر نے سختی سے مٹھائی کھانے سے منع کیا ہے پھر بھی آپ...... شوگر لیول ہائی کرنے کا ارادہ ہے کیا؟“ انتہائی متفکر انداز میں اس نے تقریباً جھپٹتے ہوئے ان کے ہاتھ سے رس گلا لینا چاہا لیکن وہ بھی اس کے دادا تھے فوراً ہاتھ پیچھے چھپا گئے۔

”او جھلے ...... آج میرے پوتے کا ویاہ ہے تھوڑی سی مٹھائی تو چکھوں گا۔“ دا جی بالکل ماننے کے موڈ میں نہیں تھے یہی بات اسے پریشان کر گئی کیونکہ معمولی سا بھی میٹھا ان کی طبیعت میں خرابی کا باعث بن سکتا تھا جو کہ وہ نہیں چاہتا تھا کیونکہ دا جی میں اس کی جان تھی۔

”نہیں دا جی ہرگز نہیں، پاپا آپ ہی سمجھایئے نا کچھ۔“ اس نے بالکل رعایت نہ دیتے ہوئے مدد طلب نظروں سے اپنے والد کو دیکھا جو سینے پہ ہاتھ باندھے مسکرائے جا رہے تھے۔

”سبحان بیٹا میں تو کوشش کر کے تھک چکا ہوں لیکن یہ مان کے نہیں دے رہے اب تم ہی کچھ کر سکتے ہو۔“ رضا قاسمی نے بیٹے کی طرف دیکھ کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے اپنی ناکامی کا اظہار کیا۔

”اوئے تو چپ کر رضا آج میرے پتر نے میری بات کا مان رکھ کر مجھے جو خوشی دی ہے اس کے بدلے میں مر بھی جاؤں نا تو پرواہ نہیں۔“

”دا جی...... یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟“ ان کی بات نے سبحان کا دل جیسے مٹھی میں لے لیا حد درجے سختی سے ٹوکتے ہوئے وہ ہاتھ ان کے منہ پر رکھ گیا۔

”لایئے یہ مٹھائی کا ڈبہ مجھے دیجئے۔“ اس نے پھر سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ نفی میں سر ہلانے لگے۔

”تو نہیں سمجھے گا میرے بچے بہر حال ڈبہ تو میں ایک شرط پر دوں گا۔“ ڈبے کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے چھپاتے ہوئے وہ بچوں کی طرح بحث کرنے لگے۔

”شرط کیسی شرط؟“ سبحان نے حیرت سے پوچھا تو سب گھر والوں کے قہقہے بلند ہوئے وہ سب دادا پوتے کی تکرار کو خوب انجوائے کر رہے تھے جو ہمیشہ کی طرح مزیدار تھی وہ کچھ جھل سا ہو گیا۔

”دیکھ لیجئے مجھے بچہ کہہ رہے ہیں اور بچوں جیسی حرکتیں خود کر رہے ہیں اچھا بتایئے کیا شرط ہے؟“ وہ مصلحتاً بولا تو دا جی کچھ سوچتے ہوئے مسکرا دیئے۔

”شرط یہ ہے کہ تینوں چھپی پا کے مینوں چپا دینی پئے گی۔“ دا جی نے ایک بار پھر محبت سے بازو وا کرتے ہوئے بتایا تو سب کی آنکھیں ان کی ڈیمانڈ پر حیرت سے ابل پڑیں جبکہ سبحان تو جیسے یہ سوچ کر ہی سکتے میں آ گیا کہ آج دا جی کو کچھ زیادہ ہی بری بری سوجھ رہی ہیں۔

”او...... ہو......“ سب نے یک زبان ہو کر سبحان کو معنی خیز نظروں سے دیکھا تو وہ بری طرح سے جھینپ گیا بالکل نئی نویلی دلہن کی طرح۔

”یہ...... آپ کیا...... کہہ رہے ہیں دا جی؟“ وہ بے حد شرمیلے پن سے بولا۔

”اوئے ٹھیک کہہ رہا ہوں چل جھپی کر۔“

©www.pkdigest.com

داجی نے ہنوز باہیں وا کیے بنا کسی پہ نظر ڈالے کہا۔

"اوں ہوں داجی سب کے سامنے۔" حیدر جو کب سے مسکرا رہا تھا پہلی بار سرگوشیانہ انداز میں مداخلت کرتے ہوئے داجی کو شرم دلانا چاہی، ایسے موقع پر دانش بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

"واہ بھائی اچھا موقع ہے داجی کی اس زبردست آفر کو مت ٹھکرائیں۔"

"دانش!" حیدر نے اسے سب کے سامنے یوں Openly بے تکلف ہونے پر سرزنش کیا تو وہ ماں کے پیچھے سے جھانکتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگا کر باقاعدہ معافی مانگنے لگا۔

"اوئے یار ظلے میں تھک گیا ہوں پتر۔" داجی نے سب کی باتیں ان سنی کرکے اسی انداز میں کھڑے کہا تو وہ ان کے چوڑے سینے سے لگ گیا تاہم، وپی دینے سے پرہیز کیا۔

"تو خوش ہے نا پتر۔" اس ہٹے کٹے مرد کو چوڑے سینے سے لگا کر انہیں کتنا سکون ملا۔

"جی داجی۔"

"شاپنگ پسند آئی۔"

"جی داجی۔"

"وہ بھی پسند آئی۔"

"جی داجی۔" وہ ہر بات کا مثبت انداز میں جواب دیتا جا رہا تھا اسی لئے بے دھیانی میں ہی ان کے آخری سوال کا جواب بھی وہ اثبات میں دے گیا پھر ان سے الگ ہو کر شرمندہ ہوتا نظریں جھکا گیا تو داجی کے حلق سے فلک شگاف قہقہہ برآمد ہوا اس وقت اس کی حالت کاٹو تو لہو نہ نکلے جیسی تھی سب اس کی صورت کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

"دیکھا میں نہ کہتا تھا اسے وہ بھی ضرور پسند آئے گی ایویں سو سو نکھرے (نخرے) کر رہا تھا اب اسے دیکھ کر لگا ہوگا کہ داجی نے جو کیا ٹھیک ہی کیا ہے نا۔" داجی نے اپنی ہی بات کا مزہ لیتے ہوئے کہا تو وہ پھیکی ہنسی ہنس دیا لیکن دل تو اس کے ذکر سے ہی جلنے لگا۔

"کیا خاک دیکھا ہے ابھی تک تو محترمہ کی زلفوں کی ایک لٹ تک کا دیدار نہیں ہوا کجا کہ پورا رخ روشن۔" وہ دل میں سوچنے لگا۔

"ہائیں ہم تو سمجھے تھے کہ بھائی نے ابھی تک بھابھی کو نہیں دیکھا لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے ہوں، یعنی ابھی سے Diplomacy۔" دانش کی زبان پھر سے پھسلی۔

"چل پتر اسی خوشی میں ایک رس گلا کھا۔" داجی نے ڈبے میں سے ایک پیس اٹھاتے ہوئے کہا جبکہ دل تو خود ان کا کھانے کے لئے مچل رہا تھا۔

"نہیں داجی میرا موڈ نہیں ہے۔" سبحان نے منع کر دیا کیونکہ نکاح کے بعد سب نے اتنی مٹھائی کھلائی تھی کہ اسے میٹھے کے نام سے ہی چڑ ہو گئی تھی اب کم از کم وہ دو سال تک مٹھائی کو تو ہاتھ بھی نہیں لگانے والا تھا۔

"اوئے چھڈ موڈ نوں یار داجی کے ہاتھ سے تو کھانا ہی پڑے گا۔" پھر داجی کے سامنے اس کی ایک نہ چلی اور اس کے بس بس کرنے کے باوجود داجی نے پورا رس گلا اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔

"ائی شاباش اے ہوئی نا گل جیوندا رہ میرے موتی "چور دے لڈو"" داجی نے سرشاری سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا جو بمشکل منہ بھرے رس گلے کو اندر نگلنے کی کوشش کر رہا تھا سب اس کی حالت سے محظوظ ہوئے۔

"کمال ہے ابا جی میں بھی تو آپ کی اکلوتی اولاد ہوں پر آج تک آپ نے مجھے تو اتنے پیار سے رس گلے نہیں کھلائے۔" رضا قاسمی نے دادا کو پوتے پر نثار دیکھ کر مصنوعی خفگی سے بچوں کی طرح منہ بسورتے ہوئے کہا تو بغل میں کھڑی

مسز عالیہ رضا دوپٹے کے پلو کو منہ کے آگے کرکے ہنستے ہوئے انہیں کہنی مار گئیں۔

"اوئے چھڈ گلاں رضا دیکھنا جب تو دادا بنے گا ناں تب پوچھوں گا پتر زیادہ سوہنے لگتے ہیں یا پوتے، یہ تو دستور ہے پتر کہ آل سے زیادہ اولاد پیاری ہوتی ہے اور جھلیا اصل پرتی چیز ہی ایسی ہے۔" داجی ان کے پہلو میں کھڑے حیدر اور دانش کو بھی پاس بلاتے ہوئے وضاحت دینے لگے پھر ان تینوں کو اپنے بازوؤں کے حلقے میں چھپانے کی ناکام کوشش کے باوجود خود میں سمیٹ گئے جبکہ قدرے فاصلے پر کھڑے مسٹر اینڈ مسز رضا قاسمی ایک دوسرے کو دیکھ کر کھل کر مسکرائے۔

کمرے میں پہنچتے ہی اس کا پہلا سامنا اپنی پھپھو جی سے بھی تیز طرار کزنوں سے ہو گیا جو بنا نیگ وصول کیے اسے ایک دم بھی آگے [illegible] لین دین ہی نہیں بلکہ صرف دین دینے کے بعد انہیں کمرے سے باہر دھکیلا اور دروازہ بند کرنے کے بعد دروازے سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے شکر کا سانس لیا، تب پہلی بار اس نے بغور سیج کی لڑیوں کے بیچوں بیچ بیٹھے انقلابی وجود کو دیکھا جو بڑے دھڑلے سے نہ صرف اس کی زندگی میں بلکہ اس کے کمرے پر بھی قابض ہو چکا تھا اور شاید دل میں بھی، آہستہ سے قدم اٹھاتا ہوا وہ لڑیوں کو ہٹاتا اس کے قریب ہی بیٹھ گیا، دل عجیب سی لے میں دھڑکا، گھٹنوں کے گرد بازوؤں کا حلقہ سا بنائے ہاتھوں میں لہنگے سے میچنگ پرس کو مضبوطی سے تھامے وہ اس کے جذبات و احساسات کو بہکانے کا باعث بن رہی تھی پھر کچھ لمحے توقف کے بعد اس نے گھونگھٹ ہٹانے کے لئے جیسے ہی دونوں ہاتھ اٹھائے کہ اس مخمل وجود میں ہلکی سی جنبش ہوئی جس میں گھبراہٹ و شرم کا عنصر نمایاں تھا، اس کی حرکت سے سبحان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی پھر اس نے بنا تاخیر کیے آہستہ سے گھونگھٹ الٹ دیا لیکن پھر خود اس لمحے کی زد میں آ گیا اس کا وجود جیسے ہلنے کے بھی قابل نہ رہا۔

اتنا مکمل حسن کہیں بھی تو کوئی کمی نہ لگتی تھی سفید دودھیا رنگت میں بلا کی معصومیت چھلک رہی تھی ستواں مٹر کی پھلی کی طرح کھڑی ناک میں جھلملاتی سونے کی لونگ کس قدر سوٹ کر رہی تھی بھرے بھرے گلابی گالوں میں ہلکی شرمیلی مسکراہٹ کی وجہ سے پڑتے ڈمپل کتنے بھلے لگ رہے تھے، ہونٹوں کی تراش خراش اور حد درجہ نمایاں اور خوبصورت تھی بڑی بڑی میک اپ سے سجی آنکھوں پر سایہ فگن گھنی پلکوں کی لرزاہٹ اس کا دل لوٹ کر لے گئی تھی، واقعی داجی ٹھیک کہتے تھے ان کا فیصلہ سو فیصد درست تھا کیونکہ وہ حسین نہیں حسین ترین تھی۔

"ماشاء اللہ چاند سورج کی جوڑی ہے۔" قریب ہی کوئی مانوس سی آواز گونجی اب اسے سمجھ میں آ رہا تھا کہ سب اس کی بجائے اس کی دلہن کی تعریف کیوں کر رہے تھے، کیونکہ وہ تھی ہی سراہے جانے کے قابل سبحان اپنی قسمت پر جتنا رشک کرتا کم تھا۔

"وہ بھی پسند آئی۔" داجی نے اس کے کانوں کے قریب جیسے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔

"پسند آئی داجی بے حد پسند آئی۔" بنا پلک جھپکائے اس نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا، کچھ لمحے پھر خاموشی کی نذر ہو گئے تو بہت کچھ کہنا چاہتا تھا، اپنے مخمور جذبات کی داستان میں اپنی بے قابو دل کی کیفیت اپنی پہلی نظر کی محبت کا اظہار محبت بھی تھا اسے بتانے کے لئے لیکن الفاظ جیسے دماغ کی گدی میں الجھ سے گئے تھے، کیا کہے کیسے کہے کس طرح سے شروع

www.pkdigest.com

کر کے اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کچھ سوچتے ہوءے ذرا سا سید ھا ہوا۔

''آں...... آہم۔'' اس نے بات شروع کرنے سے پہلے گلا کھنکار ا بدلے میں مقابل نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا سبحان کچھ گھبرایا کہ آخر کہے کیا۔

''وہ...... دراصل میں...... آہم۔'' لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہو رہے تھے اس نے پھر سے گلا صاف کیا جبکہ وہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھی۔

''ارے گلہ خراب ہے یا آپ کو کھانسی ہو رہی ہے آپ کو دوائی نہیں لی کیا...... چچ...... چچ...... یہ تو بہت بری بات ہے اتنے بڑے ہو کر اتنی لاپرواہی Very bad۔'' اتنے سارے سوال وہ بھی اس قدر بے تکلفانہ انداز میں سبحان حیران و ششدر رہ گیا، لیکن اس سے بھی زیادہ زوردار جھٹکا اگلے لمحے لگا جب وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

''لو کر لو بات پتہ ہے آپ کو اماں بی کہتی ہیں کہ جب گلا خراب ہوتا ہے تو ساتھ ہی زکام بھی ہو جاتا ہے سردی بھی لگنے لگتی ہے اور جب زیادہ سردی لگے ناں تو بخار بھی ہو جاتا ہے اور اگر بخار بگڑ جائے تو ٹائیفائیڈ بھی...... اوہ...... ارے کہیں آپ کو بھی بخار تو نہیں ہو گیا۔'' تفصیلی طور پر اسے آگاہ کرتے ہوئے اچانک رک کر وہ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر چیک کرنے لگی سبحان کے اوپر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے آواز اگرچہ بے حد حسین تھی تاہم شرم جھجک اور اجنبیت سے عاری لہجہ حد درجہ بے باکی و بے تکلفی وہ کہیں سے بھی چند لمحے پہلے بیاہی جانے والی دلہن نہیں لگ رہی تھی بلکہ وہ تو بنا پلک جھپکائے اس سے اس طرح مخاطب تھی جیسے برسوں سے جانتی ہوں۔

''کر لو بات میں تو بتانا ہی بھول گئی پرسوں جب ساری عورتیں مجھے ابٹن لگانے آئی تھیں ناں تو میں نے ڈھولک کے ساتھ خوب گانے گائے تھے، ڈانس کیا تھا اور زیادہ گانے کی وجہ سے میرا گلا بھی ایسے ہی خراب ہو گیا تھا تب اماں بی نے مجھے سیرپ پلا دیا تھا جس سے میرا گلا فوراً ٹھیک ہو گیا اور کھانسی بھی رک گئی اور پتہ ہے اماں بی نے وہ سیرپ میرے پرس میں ڈال دیا تھا تاکہ میں ایک چمچ یہاں آ کر بھی پی لوں لیکن مجھے تو اب اس کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ میرا گلا تو اب ٹھیک ہے۔'' کندھے اچکا کر لاپرواہی سے ساری بات بتا کر وہ خاموش ہوئی لیکن سبحان کو لگا کہ اس کی زندگی میں تاریکی چھا گئی ہے اس نے تو سنا تھا کہ شادی کی پہلی رات لڑکیاں بے حد شرماتی گھبراتی ہیں بولنا تو دور کی بات محض ہوں ہاں سے کام چلاتی ہیں لیکن یہاں تو ایسا کچھ بھی نہیں تھا سب کچھ اس کے الٹ اور اس کی سوچ کے برعکس ہو رہا تھا، ہوں ہاں تو بہت معمولی بات تھی جبکہ یہاں تو باتوں کی لمبی لسٹ تھی۔

''ارے ضرورت کیوں نہیں ہے آپ کو بھی تو کھانسی ہے نا لو کر لو بات ایک منٹ...'' کچھ یاد آنے پر وہ پھر سے پرجوش ہوئی اور ہاتھ میں پکڑا پرس ٹٹولنے لگی ''لو کر لو بات'' شاید اس کا تکیہ کلام تھا جسے وہ محاورتاً ضرور استعمال کر رہی تھی سبحان چند منٹ کی گفتگو سے یہی سمجھ پایا تھا وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

''یہ لیجیے اور فوراً دو چمچ پی ڈالیے لیجیے۔'' پرس میں سے چھوٹی سیرپ کی بوتل نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا تھا تو سبحان بھونچکا رہ گیا پھر اس نے خود ہی وہ بوتل سبحان کا ہاتھ پکڑ کر تھما دی اور وہ بت بنا شیشے کو بوتل کو گھورنے لگا کیا ہو رہا تھا یہ سب وہ تو سوچ رہا تھا آج رات وہ اپنی شریک سفر سے ڈھیروں باتیں کرنے لگا، اسے دا جی کے خود پر زبردستی تھوپے گئے فیصلے اور اپنے غصے و ناراضگی کا شکوہ کرے گا پھر جب وہ ہلکا سا روٹھے گی تو وہ اسے محبت سے منائے گا اور دل سے اسے اپنانے کا یقین دلائے گا پھر زندگی بھر ساتھ نبھانے کی قسمیں ایک دوسرے سے عمر بھر وفا کرنے کے عہد و پیمان و مستقبل کے حوالے سے منصوبہ جات کیا کچھ نہ سوچا تھا، لیکن اس کے سبھی خیالات بھربھری ریت کے محل کی طرح ڈھے گئے وہ جو سوچ رہا تھا کہ رسماً اپنی بیوی سے پیار و محبت کے Dialouge بولے گا پھر دھیرے دھیرے وہ نیم سرگوشیانہ انداز میں اس کے کانوں میں وفا کا رس ٹپکائے گا جس پر وہ بھی شرمائے گی بھی حیا سے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے گی پھر وہ اسے ستانے کے لیے بے تکان بولتا جائے گا اور وہ صرف سنے گی لیکن یہاں تو وہ بیچارہ خود لبوں پر چپ کا قفل لگائے ہونقوں کی طرح صرف اسے سن رہا تھا جو کتنی دیر سے پٹر پٹر بول رہی تھی بنا آج کے دن کا لحاظ کیے کہاں تو اس نے سوچا تھا کہ وہ اپنی شوخ نظروں مخمور جذبوں اور ہاتھوں کی میٹھی جسارت سے اسے تنگ کرے گا تو وہ شرم کے احساس کے تحت خود میں سمٹ جائے گی، لیکن یہاں تو شرم والا معاملہ ہی نہیں تھا بلکہ وہ محترمہ تو از خود اسے ہاتھ لگاتے ہوئے بے تکلفی سے چھو رہی تھی اور کسی قسم کا بھی انوکھا اچھوتا سا جذبہ اس کے اندر بیدار نہ ہوا تھا سبحان جیسے جیسے سوچ رہا تھا اس کا دل بوجھل ہو رہا تھا ہونٹوں کو سیئے وہ کب سے اسی سوچ میں غرق تھا کہ اچانک اسے خیال آیا یوں خاموش بیٹھنے سے تو گزارہ نہ ہو گا آخر کوئی تو بات کرنی ہی ہو گی پھر وہ لفظوں کو ترتیب دیتا گویا ہوا۔

''وہ ایکچوئیلی میں تم سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ......''

''ششش۔'' بات ابھی اس کے منہ میں ہی تھی کہ اس نے سبحان کے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروا دیا یہ حیرت کا مزید ایک اور جھٹکا۔

''لو کر لو بات میری سہیلیاں کہتی ہیں کہ شادی والی رات میں تاں زیادہ باتیں نہیں کرتے لگتا ہے آپ کو بھی نہیں پتہ پہلے میں بھی نہیں جانتی تھی لیکن پھر میری سہیلیوں نے مجھے سب بتا دیا۔''

''کیا بتا دیا؟'' اس کی حد درجے معصومیت سے کہنے پر سبحان نے اس کی انگلی ہٹاتے ہوئے پوچھا۔

''یہی کہ سب سے پہلے دولہا کمرے میں آتا ہے پھر دولہن کے پاس بیٹھتا ہے پھر آہستہ آہستہ گھونگھٹ اٹھاتا ہے اور پھر......'' روانی سے بولتی ہوئی وہ اچانک رکی۔

''پھر کیا؟'' سبحان نے اسے متذبذب دیکھ کر بے چینی سے پوچھا وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر وہ اس ''پھر'' سے آگے کہاں تک جاتی ہے۔

''اور...... پھر تو۔'' وہ اٹک گئی تھی اسی نقطے پر پھر نظریں جھکا گئی۔

''آپ ذرا ادھر دیکھیے نا پلیز مجھے، مجھے شرم آتی ہے۔'' ایک اور جھٹکا سبحان نے تحیر بھری نظروں سے دیکھا شکر ہے محترمہ اس لفظ سے تو واقف ہیں وہ دل ہی دل میں خوش ہوا۔

''ادھر دیکھیے نا۔'' وہ اسے ٹکر ٹکر دیکھتا پا کر انگلی سے مخالف سمت اشارہ کرتے ہوئے اس قدر معصومیت سے بولی کہ سبحان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی اتنے عرصے میں وہ پہلی بار یوں مسکرا رہا تھا پھر اسی طرح رخ پھیر گیا تب اس نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑا پرس ایک بار پھر سے کھولا اور اس میں سے سرخ رنگ کی چھوٹی سی ڈائری نکالی ساتھ ہی انکھیوں سے سبحان کو بھی دیکھا جو رخ دوسری جانب کیے اس کے بولنے کے انتظار میں تھا، پھر وہ بے صبری سے ڈائری کے صفحات الٹنے لگی۔

''دولہا بھی آ گیا...... آن گھونگھٹ بھی ہو گیا۔'' وہ محتاط انداز میں زیرلب بڑبڑاتے ہوئے دن بائے دن ہدایتیں پڑھنے لگی پھر اگلا صفحہ الٹا۔

©www.pkdigest.com

"نمبر تین دولہا دلہن کا ہاتھ پکڑ کر اس کی تعریف کرے گا۔ اس ہاتھ پکڑ کر۔" ہدایت نمبر تین پڑھتے ہوئے اس نے حیرت سے اپنے ہاتھ کو پھر سبحان کو دیکھا۔

"لو کر لو بات سنیئے کتنی دیر سے آپ مجھے گھور رہے ہیں پر آپ نے میری تعریف تو کی ہی نہیں۔" ہر ہدایت پر عمل کر کے فرمانبرداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی دانست میں وہ ہر کام ٹھیک طرح سے نپٹا رہی تھی تاہم اسے مخاطب کرنے پر سبحان نے ایک جھٹکے سے رخ اس کی طرف موڑا۔

"What?" سبحان نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہوں مجھے اتنی بھولی مت جانیے سب پتہ ہے مجھے چلیئے جلدی سے میرا ہاتھ پکڑیے۔" سمجھداری سے کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"ہاتھ...... لیکن کیوں؟" وہ بے یقینی سے اس کے ہاتھ کو دیکھنے لگا۔

"کیونکہ اس میں تو یہی لکھا ہے۔" سبحان کے پوچھنے پر اس نے دائیں ہاتھ میں پکڑی ڈائری اس کی آنکھوں کے سامنے کی تو اسے کرنٹ لگا۔

"کیا لکھا ہے اس میں؟" وہ ابھی تک بے یقین تھا کہ آخر یہ کیا ماجرہ ہے۔

"یہی کہ آپ میرا ہاتھ پکڑ کر میری تعریف کریں گے وہ در اصل کیا ہے نا کہ میں بھول نہ جاؤں اس لئے میری سہیلیوں نے سب کچھ اس ڈائری میں لکھ دیا تھا۔" انتہائی بھولے پن سے کہتے ہوئے اس نے ساری بات سچائی سے سبحان کو بتا دی جسے سن کر اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے وہ شاید دنیا کی پہلی ایسی دلہن تھی جو اپنی شب زفاف کی ساری باتیں ڈائری میں لکھوا کر لائی تھی یعنی پہلے تو اس کی شادی ہی عجیب تھی لیکن اب دلہن بھی۔

"نہیں او خدایا...... کہیں دا جی نے میری شادی ایک جھلی سے تو نہیں کروا دی۔" یہ سوچتے ہی اس کا دل یکدم خوف سے سکڑ کر پھیلا۔

"نمبر چار آپس میں پیار اور محبت کی باتیں کرو۔" وہ بڑے مزے سے اگلا صفحہ الٹ کر اگلی ہدایت پڑھ رہی تھی سبحان نے خفگی سے گھورا۔

"لو کر لو بات وہ تو ہم نے پہلے ہی کر لیں یہ میری سہیلیاں بھی ناں ایکدم پاگل ہیں پہلے والی بات بعد میں لکھ دی چلو کوئی بات نہیں Ok next۔" سبحان کو یکسر اگنور کیے وہ خود سے ہی سوال جواب کر رہی تھی۔ جس پر اسے غصہ آ گیا اور وہ منہ پھلاتا رخ دوسری طرف کر گیا۔

"نمبر پانچ اپنے دولہے سے منہ دکھائی کا تحفہ مانگو۔"

"اوکے اوکے۔"

"سنیئے جی میری منہ دکھائی کا تحفہ تو دے دیجئے بھول تو نہیں گئے نا آپ۔" اگلی ہدایت پر عمل پیرا ہوتی وہ آگے جھکی اس کے کندھے کو ہلاتے ہوئے تحفہ مانگ رہی تھی، سبحان کا دل چاہا کوئی بھاری چیز اٹھا کر اپنے سر میں مارے لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا لہٰذا اس نے بنا کوئی جواب دیے دایاں ہاتھ جیب میں ڈالا اور میرون کلر کا چھوٹا سا مخملی کیس اسے تھما دیا جسے جھپٹنے کے سے انداز میں پکڑ کر اس نے فوراً کھولا، اندر ڈائمنڈ کی لشکارے مارتی خوبصورت انگوٹھی تھی، یہ تحفہ حیدر نے Urgently خریدا تھا جو سبحان کو کمرے میں آنے سے کچھ ہی دیر پہلے اس نے تھما دیا تھا جس پر سبحان اس کا بے حد مشکور تھا۔

"واؤ سو بیوٹی فل اچھی لگ رہی ہے نا۔" اس نے خود ہی رنگ پہن کر ہاتھ اس کے سامنے ہلاتے ہوئے رائے مانگی تو سبحان نے ایک نظر رنگ کو دیکھا جو اسے بھی پسند آئی تھی پھر اسے دیکھا جو مسکراتے چہرے کے ساتھ منتظر نظروں

سے اسے ہی دیکھ رہی تھی سبحان کا دل چاہا کہ اسے کھری کھری سنا دے، لیکن اس کے معصوم چہرے کو دیکھتے ہوئے کوئی بھی سخت سست بات کہنے سے خود کو باز رکھا اور محض اثبات میں سر ہلا دیا جواب میں اس کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی اس کی خوشی تو دیکھنے لائق تھی، انگوٹھی کو گول گول گھماتے ہوئے وہ اس کا پوسٹ مارٹم کرنے لگی سبحان تو اس کے چہرے پر پھیلے خوشی کے رنگوں کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا کیونکہ وہ ہنستی ہوئی اور بھی حسین لگتی تھی نہ جانے کیوں اس کا دل بے ایمان ہونے لگا پھر اسے خاموش دیکھ کر سبحان کو شرارت سوجھی۔

"ویسے اور کیا کیا لکھا ہے اس ڈائری میں۔" سبحان نے بات کو شروع کرنے کی غرض سے کہا تھا کہ وہ چونکی۔

"اور...... اور تو بہت کچھ لکھا ہے پر میں آج ہی تو ساری نہیں پڑھ سکتی ناں باقی کل پڑھ لوں گی نانی اماں تو مجھے نیند آ رہی ہے کل بھی اماں نے سویرے ہی اٹھا کر بٹھا دیا تھا نیند بھی نہیں پوری ہونے دی اس لئے اب تو میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔" تھکن زدہ انداز میں کہتے ہوئے اس نے آخر میں باقاعدہ انگڑائی لی تو سبحان کو اس پر حد درجہ غصہ آیا اس مرتبہ تو اس کا دل چاہا کہ وہ اس کا ہی سر پھوڑ دے یا پھر وہ ڈائری ہی اٹھا کر پھاڑ دے جو اصل فساد کی جڑ تھی۔

"ہوں نیند آ رہی ہے محترمہ کو تھوڑا آگے ہی پڑھ لیتیں شاید کوئی کام کی بات عقل شریف میں آ جاتی۔" اسے سکون سے لیٹنے کی تیاری کرتے دیکھ کر وہ غصے سے بڑبڑایا۔

"آپ نے مجھ سے کچھ کہا۔" تکیہ درست کرتے ہوئے وہ چونکی۔

"نہیں خود سے کہا۔" اس نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا منہ پھر سے پھول گیا تھا جس پر وہ اپنی نیند کے غلبے کے باعث غور نہ کر سکی یا شاید اس میں اتنی عقل ہی نہیں تھی۔

"اوہ خیر باقی باتیں کل کر لیجئے گا آپ کو بھی نیند آ رہی ہو گی نا اس لئے اب آپ بھی سو جائیے۔"

"یہاں نصیب سو گئے ہیں اور اسے میرے سونے کی پڑی ہے۔" وہ پھر سے بڑبڑایا۔

"جی کچھ کہا آپ نے۔"

"نہیں کچھ نہیں سو جاؤ تم۔" حد درجے بیزاریت سے جواب دیتا وہ کھڑا ہو گیا پھر وہ جانے کے لئے جیسے ہی مڑا کہ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا سبحان نے حیرت سے اسے دیکھا دل کسی خوشگوار احساس کے تحت بلیوں اچھلنے لگا شاید کوئی پر کیف حملہ وہ ابھی بولے گی یا معذرت کر کے پیار سے اسے منائے گی اسی خوش کن احساس کے تحت وہ اس کے پنکھڑی جیسے لبوں کے ہلنے کا منتظر تھا۔

"آپ پلیز مجھے صبح ذرا جلدی اٹھا دیجئے گا وہ کیا ہے نا کہ کل صبح ساڑھے دس بجے PTV پاکستان کے میچ کی Highlights دکھائی جائیں گی جس میں شاہد آفریدی نے کیا جم کر زبردست چھکے مارے تھے پتہ ہے پوری سنچری کی تھی بوم بوم آفریدی نے میں Miss نہیں کرنا چاہتی اس لئے اگر میری جلدی آنکھ نہ کھلے تو اٹھا دیجئے گا اٹھا دیں گے نا۔" ایک نیا ایٹم بم پھوڑ کر وہ کتنے آرام سے اسے تاکید کر رہی تھی جیسے وہ اس کا شوہر نہیں شوفر ہو سبحان بیچارہ سر پیٹ کر رہ گیا اس کا دل چاہا کہ کوئی بھاری بھرکم پتھر اٹھا کر اس کے سر پہ دے مارے اور ہمیشہ کے لئے اس عذاب سے چھٹکارا پائے لوگوں کا شادی کے سالوں بعد یہ حال ہوتا ہے جبکہ اس کا دل تو شادی کی پہلی رات کو ہی اکتا گیا تھا پھر اس نے انتہائی غصیلی سرخ نظروں سے اس کے ہاتھ میں موجود اپنے ہاتھ کو دیکھا جسے اس نے سبحان کے بھبھوکا چہرے پر نظر ڈالتے ہی چھوڑ دیا۔

©www.pkdigest.com

''Ok good night have sweet dreams'' اسے گڈ و شیز دے کر بنا جواب کی پرواہ کیئے وہ کمبل سر تک تان کر آنکھیں موند گئی جبکہ سبحان کو لگا وہ اس کے جلے پر نمک چھڑک رہی ہو سبحان نے اس قدر سلگتی نظروں سے اسے دیکھا جیسے اپنی نگاہوں کی تپش سے ہی اسے بھسم کرنے کا ارادہ ہو، بنا لباس تبدیل کیئے بنا زیور اتارے بلکہ یونہی بنی سنوری پورے سنگھار سمیت اس کے صبر کا کڑا امتحان لیتی وہ کتنے آرام سے سوگئی تھی، پھر وہ اس پر لعنت بھیجتا بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آ کے بیٹھ گیا کئی لمبے بالوں کو مٹھی میں جکڑے وہ اپنے ضیاع و نقصان کا حساب کتاب کرتا رہا پھر ایک نظر سائیڈ پر دیکھا جہاں وہ ظالم ہرجائی سیڑھی در سیڑھی نیند کے اندھیرے کھنڈروں میں اتر چکی تھی اسے نئے سرے سے غصہ آنے لگا پھر لائیٹ بجھا کر وہ جلتا کڑھتا خود بھی لیٹ گیا۔

یہ تھی ان کی Golden night جو اک ظالم ہرجائی کے بے فکری سے سوتے جبکہ دوجے مظلوم کی مستقبل کی فکر میں روتے روتے گزر گئی ساری رات اس کی آنکھوں میں گزر گئی نہ جانے رات کے کون سے پہر نیند اس پہ مہربان ہوئی تھی۔

ٹرین تیزی سے اس کے قریب آتی جا رہی تھی اور وہ خود کو ریل کی پٹڑی پر بیٹھا بے بس محسوس کر رہا تھا۔

''سنیئے اٹھ جایئے پلیز...... دیکھیے اٹھ جایئے پلیز، پلیز ایسا مت کیجیے۔'' کتنی ہی نسوانی آوازیں اس کے تعاقب میں تھیں ٹرین اور بھی نزدیک آ گئی تھیں وہ خود بھی ہٹنا چاہتا تھا بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن وہ خود میں ایسا کرنے کی طاقت نہیں کر پا رہا تھا۔

''اٹھ جایئے نا پلیز، آخر آپ سنتے کیوں نہیں؟'' پھر سے وہی آوازیں اسے جھنجھوڑنے لگیں لیکن اس کے پاؤں جیسے بیڑیوں میں جکڑے جا چکے تھے پھر اچانک ٹرین بے حد نزدیک آ گئی اور وہیں بیٹھا رہا، مسلسل الارم بجاتی ٹرین میں سے ریڈ جھنڈی کو تیزی سے لہراتا ہوا وہ شخص نہ جانے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا پھر طوفان کی سی تیزی سے آتی ٹرین کا وہ زوردار دھکا کہ اتنا زبردست تھا کہ اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں پسینے میں پوری طرح شرابور سینے پر دونوں ہاتھ رکھے وہ پرسکون ہی تو لیٹا تھا لیکن دل کی دھڑکنیں بے حد تیز تھیں اس نے غور کرنے کی کوشش کی کہیں کوئی شور کسی قسم کا کوئی خوف نہیں تھا بلکہ ہر طرف ایک سکون اور خاموشی تھی۔

''اٹھ بھی جایئے نہ پلیز کب سے اٹھا رہی ہوں آخر آپ سنتے کیوں نہیں۔'' اس کا دماغ پیچیدگیوں میں پھنسا تھا کہ پھر سے وہی مانوس سی نسوانی آواز قریب ہی کہیں ابھری کندھے پر انگلیوں کا دباؤ محسوس ہوا دھندلی سی آنکھوں میں جھلملاتا وہ عکس اس نے اعصاب کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی پھر آہستہ آہستہ وہ شور کی دنیا میں لوٹا۔

''ہائے اللہ مجھے تو ان کا نام بھی نہیں پتہ اب کیسے اٹھاؤں انہیں۔'' سادہ لباس میں وہ جانی پہچانی سی اس کے سر پہ کھڑی بڑبڑا رہی تھی وہ ایکدم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

''کک...... کیا ہوا ہے؟'' سبحان نے مکمل ہوش میں آتے ہی اسے حیران و پریشان دیکھ کر پوچھا۔

''فجر کی اذان ہو گئی ہے۔'' اس نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے پہلی بار مختصراً جواب دیا۔

''پھر میں کیا کروں؟'' سبحان نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

''پھر کیا مجھے نماز پڑھنی ہے ٹائم نکلا جا رہا ہے۔'' اس نے گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تو پڑھ لو میں نے کب منع کیا ہے؟'' وہ ابھی بھی نہیں سمجھا تھا۔

''کیسے پڑھ لوں جائے نماز تو ہے ہی نہیں اسی لئے تو آپ کو اٹھا رہی تھی پر آپ سن ہی نہیں رہے تھے اب جلدی سے مجھے جائے نماز لا کر دیجیے ورنہ میری نماز قضاء ہو جائے گی اور اماں بی بہت ڈانٹیں گی۔'' عادت کے مطابق تفصیل سے جواب دیتے ہوئے اس نے اسے جگانے کا مقصد بتایا تو وہ سر پیٹ کر رہ گیا یعنی محض اس لئے اس کی نیند خراب کی تھی جو بمشکل آخری پہر ہی سو پایا تھا جبکہ وہ محترمہ تو جی بھر کے اپنی نیند پوری کر چکی تھیں، پھر بنا جواب دیئے وہ غصے سے کمبل ہٹا کر اٹھا اور وارڈ روب کی طرف بڑھ گیا دونوں پٹ وا کرنے کے بعد اس نے نیند بھری آنکھوں سے پوری وارڈ روب کو کھڑے کھڑے کھنگالا پھر آخری کیبن میں اسے جائے نماز نظر آ گیا، جائے نماز نکال کر اسے تھمایا اور خود فوراً بستر پر آ کر اوندھے منہ گر گیا اور اپنا تکیہ اٹھا کر منہ پر رکھ لیا تھا کہ آرام سے سو سکے لیکن کچھ ہی سیکنڈ بعد وہ پھر سے اس کے سر پر آ کھڑی تھی اور اب اس کے بازو کو جھنجھوڑتے ہوئے اسے اٹھا رہی تھی۔

''اب کیا ہے؟'' سبحان کو اپنی قسمت اور نیند دونوں کے خراب ہونے پر شدید غصہ آ گیا اگرچہ وہ اب تک ضبط کا مظاہرہ کرتا آیا تھا تاہم اس مرتبہ وہ قدرے درشتگی سے دھاڑا۔

''تو کر لو بات آپ نے نماز نہیں پڑھنی اذانیں بھی کب کی ختم ہو گئیں پتہ ہے بابا کہتے ہیں کہ مردوں کو باجماعت نماز ادا کرنی چاہیے لیکن آپ تو کافی لیٹ ہو گئے، چلیے شاباش اٹھیے اور جلدی سے نماز پڑھنے جایئے۔'' وہ اسے بازو سے پکڑ کر تقریباً گھسیٹتے ہوئے نماز کے لئے اکسانے لگی سبحان اگرچہ پانچ وقت کا پابند نمازی نہیں تھا لیکن فجر کی نماز ضرور ادا کرتا تھا، پر آج نماز پر نیند غالب آ رہی تھی اس لئے وہ آنا کانی کر دیا تھا لیکن پھر اس ضدی لڑکی کے سامنے ایک نہ چلی اور اس نے سبحان کو اٹھا کر ہی دم لیا وہ اسے غصے سے گھورتے ہوئے وہ پاؤں میں چپل اڑس کر نماز کے لئے نکل گیا۔

وہ واش روم سے نہا کر نکلا تو اسے اٹیچی کیس کے ساتھ دھینگا مشتی کرتے پایا جو کبھی اس اٹیچی کو ٹھوکیں اور کبھی تھپڑوں سے پیٹ رہی تھی لیکن وہ پھر بھی کھل نہیں رہا تھا بیزاریت اور نیم غصے کے باوجود اس کا چہرہ اس قدر کھل رہا تھا کہ کچھ پل کے لئے تو سبحان ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا پھر وہ اس کی مدد کے خیال سے آگے بڑھا ہی تھا کہ رک گیا اور دانستہ نظر انداز کرتے ہوئے رخ موڑ گیا، انوکھی سی خواہش دل میں ابھری کہ وہ اسے خود مخاطب کرے نہ جانے کیوں کل رات سے اسے اس کا انداز تخاطب جو لفظ ''سنیئے'' سے شروع ہوتا تھا اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

''سنیئے جی۔'' سبحان کی منشاء کے مطابق وہ اسے پکار رہی تھی سبحان کا دل جھوم اٹھا۔

''کہیئے جی۔'' اس نے شرٹ کے کف لنکس بند کرتے ہوئے لاپرواہی و سنجیدگی سے جواب دیا۔

''یہ اٹیچی کیس کھول دیجیے نا میرے سارے کپڑے اس کے اندر ہیں میں کب سے کوشش کر رہی ہوں پر یہ منحوس کھل کے نہیں دے رہا آپ پلیز میری مدد کر دیجیے نا۔'' اس نے بے حد پیارے التجا کی تو سبحان خاموشی سے مسکراتا ہوا اٹیچی کی دوسری سائیڈ پہ اس کے بالکل سامنے لیکن بے حد قریب بیٹھ گیا درمیان میں محض اٹیچی کا ہی فاصلہ تھا۔

''ہوں نمبر بولو۔'' سبحان نے اٹیچی کا معائنہ کرتے ہوئے پوچھا۔

©www.pkdigest.com

"لو کر لو بات آپ بھی کمال کرتے ہیں نمبر یاد ہوتا تو کیا میں آپ سے مدد مانگتی۔" اپنے طور پر سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ سبحان کی بات کا مذاق اڑا رہی تھی جسے محسوس کرتے ہوئے اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"وہ تو مجھے بھی معلوم ہے لیکن میڈم شاید آپ کو پتہ نہیں یہ آٹومیٹک ہے بنا کوڈ لگائے میں تو کیا اسے کوئی مکینک بھی نہیں کھول سکتا اس لئے برائے مہربانی اگر آپ کے پاس ایک عدد دماغ ہے تو اس پر زور ڈالیں زیادہ نہ سہی لیکن پہلے تین نمبرز تو یاد کرنے کی کوشش کرو Other wise یہ نہیں کھلنے والا آئی بات سمجھ میں۔" سبحان نے اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے واضح الفاظ میں طنز کیا تھا لیکن وہ تو واقع عقل سے پیدل تھی اس کا طنز خاک سمجھتی الٹا پریشان ہو گئی۔

"وہ تو میں بھول گئی لیکن...... ارے یاد آیا شاید 624 ہے۔" مرجھائے چہرے کے ساتھ کچھ پل کی خاموشی کے بعد وہ یکدم یاد آنے پر گرمجوشی سے بتانے لگی تب سبحان نے شکر کا کلمہ پڑھا اور نمبرز اپلائی کرنے لگا۔

"ارے نہیں یہ والا نہیں آئی تھنک 246 ہے۔" وہ ابھی نمبر گھما ہی رہا تھا کہ اس نے سبحان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے روک دیا سبحان نے تاسف سے سر ہلایا اور ایک گہری سانس خارج کرتا ہوا اس کا بتایا گیا نیا نمبر نئے سرے سے اپلائی کرنے لگا۔

"نہیں نہیں شاید یہ والا بھی نہیں ہے مجھے لگتا ہے 462 تھا۔" اس نے ایک بار پھر ہاتھ روکا تاہم اس مرتبہ سبحان کو غصہ آ گیا۔

"I am sorry شاید مجھے ٹھیک طرح سے یاد نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ انہی تینوں نمبروں میں سے کوئی نمبر ہے۔" سبحان کے چہرے کے بگڑے تاثرات پر نظر ڈالتے ہوئے وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے وضاحت دینے لگی لیکن سبحان اس کا جواب سن کر آگ بگولا ہو گیا۔

"واٹ ربش اتنی ڈفر ہو گیا تم کہ تین نمبرز یاد نہیں رکھ سکتیں۔" سبحان نے اٹیچی بیڈ کی دوسری سائیڈ پر اچھالتے ہوئے غصے سے کہا تو وہ سہم گئی۔

"یاد تو ہیں بس Sequence بھول گئی ہوں اور آپ بھی کمال کرتے ہیں اتنے بڑے ہو کر ایک اٹیچی نہیں کھول سکتے آپ تو اتنے باڈی بلڈر ہیں ذرا سا بٹن دبائیں گے یہ کھل جائے گا خوامخواہ مجھ پر چلا رہے ہیں۔" وہ معصوم بنتے ہوئے اپنا جرم چھپا کر اس کی فٹ اینڈ سمارٹ کسرتی جسم کو نشانہ بناتے ہوئے نیا مشورہ دے گئی۔

"فی الحال تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہارا گلا ہی دبا دوں تاکہ قصہ تمام ہوں خس کم جہاں پاک۔" اسے بے تحاشہ غصے سے گھورتے ہوئے وہ دل کی خواہش دل میں دبا گیا پھر ہاتھ سے اٹیچی [illegible] سرے سے کوشش کرنے لگا بالآخر پندرہ منٹ کی جان توڑ مشقت کے بعد وہ اس زنبیل کو کھولنے میں کامیاب ہو گیا، پھر اسی طرح خاموشی سے اٹھ کر ڈریسنگ کے سامنے ہو کر بالوں میں برش کرنے لگا لیکن نظریں آئینے میں واضح نظر آتے اس کے مخملی وجود پر مرکوز تھیں جو ایک کے بعد دیگرے بیڈ پر کپڑوں کا ڈھیر لگا رہی تھی۔

"سنیئے۔" ہاتھ میں سیاہ رنگ کا پیک شدہ سوٹ تھامے وہ پھر سے اسے پکار رہی تھی۔

"فرمائیے۔" بنا مڑے ہی وہ سبحان تیزی سے بالوں میں برش چلاتا آئینے میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ نے اپنا نام تو بتایا نہیں۔"

"آپ نے پوچھا ہی نہیں۔"

"لو کر لو بات مجھے یاد ہی نہیں رہا خیر کوئی بات نہیں اب بتا دیجئے کیا نام ہے آپ کا؟" وہ

ماتھے پر ہاتھ مار کر اپنی غلطی مانتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"مغل سبحان۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ارے واہ بابا کی طرح آپ کے نام کے اینڈ میں بھی خان آتا ہے کتنا اچھا لگتا ہے ناں جیسے پان کی دکان آلو والا نان قیمہ والا نان مائی فیورٹ۔" اپنی ہی بات کا مزہ لیتے ہوئے وہ خود تالی بجا کر ہنسنے لگی تاہم جس طرح اس نے اپنی پسندیدہ چیزوں کے نام لے کر قافیوں کی ٹانگ توڑی تو اس پر سبحان کو بھی ہنسی آ گئی غصہ منٹوں میں اڑنچھو ہو گیا جو بھی تھا وہ تھی دلچسپ اور اس سے بھی زیادہ مزے کی اس کی بنا سر پیر کی باتیں تھیں برش کے بعد سبحان پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر وہیں ڈریسنگ سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے اسے دلچسپی سے دیکھا۔

"بائی دا وے میڈم آپ نے اپنا نام تو بتایا [illegible] What's your name" سبحان نے بڑی [illegible] سے پوچھا۔

"میرا نام پلوشہ ہے۔"

"ہوں Very well بہت پیارا نام ہے بالکل تمہاری طرح۔" سبحان نے اس کی اور نام کی مشترکہ تعریف کی تو وہ شرمانے کی بجائے فخر سے مسکرا دی تاہم سبحان کی یہ سوچ کر ہنسی آئی کہ شاید وہ دونوں دنیا کے پہلے میاں بیوی تھے جو شادی کے بعد ایک دوسرے سے متعارف ہو رہے تھے کتنے مزے کی پچویشن تھی، یعنی ان کی شادی بھی عجیب تھی اور وہ دونوں خود بھی یہ سوچ کر وہ آپ ہی آپ مسکرا دیا۔

اگلے دن اصولاً تو ان کا ولیمہ ہونا چاہیے تھا لیکن ولیمہ دو ماہ کی تاخیر کے بعد ہونا قرار پایا تھا ایسا کیوں کیا تھا یہ سبحان کو کسی نے نہ بتائی نہ ہی اس نے پوچھا تاہم اب اپنی خاندانی رسم کے مطابق وہ پلوشہ کو اس کے والدین کے ہاں لے جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا، پھر رات کو بنا قیام کیے ہی اسے واپس آنا تھا اور پورے تین دن بعد اسے پلوشہ کو لینے جانا تھا یہ ان کی مخصوص رسم تھی لہٰذا سبحان بالکل تیار تھا دوپہر کے قریب وہ دونوں جبران پلاؤس پہنچے جہاں انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا پلوشہ تو گھر جاتے ہیں غائب ہو گئی لیکن اس کی والدہ منیبہ جبران، دادی زینت خاتون اور والد جبران علی دیر تک سبحان سے باتیں کرتے رہے اور بیچارہ سبحان برا پھنسا تھا جو ان کے سوالوں کی لمبی لسٹ کے جوابات محض ہوں ہاں میں دے رہا تھا دوپہر کا کھانا بھی اس نے پلوشہ کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کے ساتھ کھایا پوچھنے پر اس کی والدہ منیبہ نے بتایا کہ وہ اپنی سہیلیوں سے ملنے گئی ہے، یعنی ایک رات کے شوہر کی اتنی بھی ویلیو نہیں تھی کہ وہ اسے یوں تنہا چھوڑ کر اپنی سہیلیوں سے ملنے چلی گئی تھی سبحان بیچارہ دل مسوس کر رہ گیا کھانے کے بعد چائے کا دور چلا پھر انہی خوش گپیوں میں عصر کی اذان ہو گئی تب سبحان نے واپس جانے کا قصد کیا اگرچہ اس کی سسرال اسی شہر میں محض آدھے گھنٹے کی مسافت پر تھی تاہم دادی نے سخت ہدایت کی تھی کہ وہ پلوشہ کو چھوڑ کر فوراً گھر پہنچے لہٰذا وہ مزید دیر نہیں کرنا چاہتا تھا جبکہ منیبہ اسے کچھ اور دیر روکنا چاہتی تھیں لیکن وہ انکاری تھا۔

"نہیں آنٹی جی معذرت چاہتا ہوں مجھے جلدی نکلنا ہو گا ابھی حیدر کا فون آیا ہے کچھ ضروری کام ہے مجھے ابھی جانا ہو گا۔" سبحان نے سہولت سے انکار کر دیا لیکن نظریں آس پاس کسی کو کھوجتی شدت سے منتظر تھیں۔

"ٹھیک ہے بیٹا جیسا آپ کی مرضی اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے۔" منیبہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ڈھیروں بلائیں لیں پھر وہ جانے کے لئے قدم نہیں اٹھا پا رہا تھا جانے

©www.pkdigest.com

کیوں دل اس دشمنِ جاں کی آخری جھلک دیکھنے کے لیے مچلنے لگا، جو فقط ایک رات میں ہی اچھی لگنے لگی تھی، زینت خاتون جو زمانہ شناس اور غضب کی نظر رکھتی تھیں اور کب سے سبحان کی ہر حرکت کو نوٹ کر رہی تھیں اسے یوں پر تولتے دیکھ کر مسکرا دیں۔

''کمال کرتی ہو منیبہ تم بھی ارے پلوشہ کو بلواؤ سبحان بیٹا اس سے ملے بغیر تھوڑی جائے گا آخر بھئی سو بات ہوتی ہے میاں بیوی کے بیچ۔'' اماں بی نے اسے مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے منیبہ کو مخاطب کیا تو سبحان کا دل بلیوں اچھلنے لگا اتنی دیر میں پہلی کام کی بات تھی جو سبحان کے دل کو لگی اور اس کا دل چاہا کہ اماں جی کو چوم لے۔

''سمجھ گئی اماں بی ابھی بلواتی ہوں۔'' منیبہ ہنستے ہوئے جیسے ہی مڑی دھاڑ کی آواز سے گیٹ کھلا اور وہ ہاتھ میں کیکر کی ٹہنی نما چھڑی تھامے ایک بارہ پندرہ سالہ لڑکے کے پیچھے طوفانی رفتار سے بھاگتی اندر داخل ہوئی

''ٹھہر جا تو دانی کے بچے رک جا ذرا بتاتی ہوں تجھے۔'' سیاہ لباس میں اپنے حسن سے بےخبر انجان بھاگتی ہوئی سبحان سے ٹکرائی اور یہی موقع تھا دانیال عرف دانی نے غنیمت سمجھ کر فوراً اماں بی کے پیچھے چھپ گیا۔

''بچاؤ اماں بی بچاؤ مجھے اس چڑیل سے ورنہ مجھے کچا چبا جائے گی۔'' دانیال اماں کے پیچھے کمر سے گرد بازو حائل کرتا خود کو ان کی پناہوں میں دے گیا لیکن پلوشہ کہاں کم غافل تھی فوراً لپکی۔

''رک ذرا تو مجھے چڑیل کہہ رہا ہے اور خود کیا ہے ڈریکولا کہیں کا ہٹ جائیے آگے سے اماں بی آج میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔'' پلوشہ کھا جانے والی نظروں سے گھورتی ہوئی اس پر جھپٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''اُفوہ کیا ہو رہا ہے یہ دانی ارے پلوشہ تو ہی کچھ عقل کر کیا تماشہ لگا رکھا ہے یہ۔'' اماں بی اسے سبحان کے سامنے یوں بچکانہ حرکتیں کرتا دیکھ کر خفگی سے بولیں۔

''لو کر لو بات مجھ سے کیا پوچھ رہے ہیں اس سے پوچھیے لڈو کی گیم کھیل رہے تھے ہم پورے پچاس گول گپوں کی شرط لگی تھی جب اس نے دیکھا کہ یہ ہار رہا ہے تو بے ایمانی کرنے لگا میں نے پکڑ لیا تو ساری لڈو الٹا کر گیم خراب کر دی اور اب یہاں بھاگ آیا ہے پر میں بھی چھوڑنے والی نہیں ہوں اسے گول گپے تو اسے کھلانے ہی ہوں گے۔'' وہ ہانپتے ہوئے ساری بات بتا کر اب پھر اسے گھورنے لگی پوری بات جان کر اماں بی دوپٹہ منہ کے آگے کر کے ہنسنے لگیں تاہم منیبہ سر پیٹ کر رہ گئیں اور سبحان مایوسی سے انہیں دیکھتا سر جھکا گیا۔

''جھوٹ مت بول پلوشہ بےایمانی میں نہیں تو کر رہی تھی جبھی میں نے گیم خراب کی اب دیکھو اماں بی یہ سارا الزام مجھے دے رہی ہے جھوٹی کہیں کی۔'' دانی نے اماں بی کے پیچھے شیر بنتے ہوئے اس کا مقابلہ کیا وہ پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ پلوشہ کی سہیلی سمعیہ کا چھوٹا بھائی بھی تھا، اگرچہ ان دونوں میں بےتکلفی تھی تاہم اس کی پلوشہ سے کبھی نہیں بنتی تھی وہ اسے اور سمعیہ کو کھیلتے دیکھ کر جان بوجھ کر تنگ کرتا تھا پھر پلوشہ سے خوب ٹھکائی کرواتا تھا وہ دونوں اسی طرح جھگڑتے رہتے تھے۔

''کیا میں نے ٹھہر جا تو ذرا۔'' وہ ایک بار پھر اس کی طرف لپکی کہ منیبہ بیچ میں آ گئیں۔

''رکو پلوشہ شرم کرو عقل ہے یا نہیں تمہیں ہر وقت مستی ہر وقت مذاق کبھی تو سیریس ہو جایا کرو اب شادی ہو گئی ہے تمہاری اس لیے بدلو خود کو اور یہ کیا طریقہ ہے سبحان بیٹا کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہے پر تم غائب ہو ہوش ہے یا نہیں تمہیں۔'' منیبہ کو سبحان کے سامنے اس کی یہ حرکتیں ایک آنکھ نہ بھائیں انہیں بےحد غصہ آ گیا اس لیے بنا لحاظ کیے انہوں نے اسے سب کے سامنے اچھی خاصی ڈانٹ پلائی تو وہ منہ پھلاتی سر جھکا گئی دانی تو اس کی یوں سرِعام درگت بنتے دیکھ کر کھسک گیا غصے اور شرمندگی کے باعث اس کے منہ کے تاثرات ایسے تھے جیسے ابھی رو دے گی سبحان کو اس پر ترس آیا۔

''کوئی بات نہیں آنٹی ہو جاتا ہے پلیز آپ اسے مت ڈانٹیے سمجھ جائے گی آہستہ آہستہ۔'' سبحان نے اسے ہنوز غصے میں دیکھ کر دفاع کرایا تو پلوشہ نے ناک سکیڑتے ہوئے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جو شوخ شرارتی انداز میں مسکراتے ہوئے اسی کی طرف متوجہ تھا۔

''دیکھا کتنا خیال ہے سبحان کو تمہارا اور ایک تم ہو اب جاؤ اور سبحان بیٹے کو دروازے تک رخصت کر کے آؤ۔'' منیبہ نے اسے پھر سے لتاڑا تو وہ پھٹ پڑی۔

''اور لو بات اب یہ بچے تھوڑی نا ہیں جو میں انہیں دروازے تک چھوڑ کر آؤں جیسے آئے ہیں ویسے چلے بھی جائیں۔'' اس نے ڈھیٹ پن سے جواب دیا۔

''پلوشہ تم......''

''رہنے دیں آنٹی اس کی ضرورت نہیں میں چلا جاؤں گا اب اجازت دیجیے خدا حافظ۔'' اگرچہ سبحان چاہتا تھا کہ وہ دروازے تک اس کے ساتھ آئے اور سبحان اس سے کوئی شوخ و چنچل سا جملہ کہے لیکن وہ اپنی خواہش کی وجہ سے اسے مزید ڈانٹ کبھی نہیں پلوانا چاہتا تھا اس لیے بات سنبھال کر ان سے رخصت لیتا چلا گیا، تب منیبہ نے اسے جتانے والے انداز میں گھورا لیکن وہ کندھے اچکا کر اندر چلی گئی اور پیچھے وہ تاسف اور گہری سوچ سے اس کی پشت کو گھورتی رہیں۔

''اماں بی پتہ نہیں کیا بنے گا اس لڑکی کا کہیں اسے بیاہ کر ہم نے کوئی غلطی تو نہیں کی۔'' منیبہ دور کی سوچتے ہوئے فکرمندی سے بولیں تو انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''اگر غلطی ہوتی تو اتنا اچھا نیک اور فرمانبردار داماد ہمیں نہ ملتا دیکھا نہیں وہ اپنی پلوشہ کو کتنا چاہتا ہے مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد پلوشہ کو اپنے رنگ میں رنگ لے گا تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' اماں بی نے ان کی ڈھارس بندھائی۔

''خدا کرے آپ جیسا کہہ رہی ہیں ویسا ہی ہو۔'' منیبہ بھی اک امید کے سہارے مطمئن ہو گئی تھیں۔

جبران علی اور منیبہ جبران کی ساری عمر کی پونجی اور کل متاعِ حیات صرف ان کی دو بیٹیاں ہی تھیں بڑی بیٹی عروسہ جبران اور دوسری اس سے چار سال چھوٹی پلوشہ جبران، دونوں ہی ماں باپ اور دادی کی بےحد لاڈلی تھیں، عروسہ سمجھدار بےحد ذہین اور عقلمند تھی، جبکہ پلوشہ حد درجہ بھولی لاپرواہ اور لاابالی سی تاہم ان سب کے باوجود وہ باپ کی لاڈلی اور دادی کی آنکھ کا تارا تھی البتہ منیبہ اسے اکثر و بیشتر ڈانٹتی رہتی تھیں، لیکن ہر بار عروسہ اس کی ڈھال بن جاتی تھی دونوں بہنوں میں بےحد پیار تھا، عروسہ کی BSC کرنے کے بعد فوراً شادی ہو گئی اس کی نسبت بچپن سے ہی اپنے تایا زاد وقاص سے طے تھی جو اپنی فیملی کے ساتھ کینیڈا میں مقیم تھا اور MBBS کے بعد وہیں ہاسپٹل میں ڈاکٹر کی حیثیت سے ملازمت کر رہا تھا شادی کے بعد عروسہ بھی وقاص کے ساتھ کینیڈا چلی گئی، شادی کے ڈیڑھ سال بعد خدا تعالیٰ نے اسے اولاد کی آس لگائی لیکن اس کا کیس کافی Complicated تھا اور ڈاکٹرز نے اسے بےحد احتیاط کرنے کے لیے کہا تھا لیکن چونکہ یہ اس کی پہلی ڈیلیوری تھی اس لیے وہ اپنے

والدین کے ہاں آنا چاہتی تھی لیکن کیس کی Complications کی بنا پر ڈاکٹرز نے اس کے سفر کرنے پر پابندی لگا دی تھی تب سے عروسہ نے رو رو کر برا حال کیا ہوا تھا اس کی حالت کے پیش نظر وقاص نے چچا کی پوری فیملی کو کینیڈا آنے کی Request کی تھی جیسے سنتے ہی جبران صاحب نے فوراً ساری تیاریاں کر لی وہ جلد از جلد اپنی بیٹی کے پاس پہنچنا چاہتے تھے سب کچھ ریڈی ہو گیا تھا، بس یہاں آ کر پلوشہ کا مسئلہ کھڑا ہو گیا چونکہ وہ میٹرک کی سٹوڈنٹ تھی عمر اٹھارہ سال نہ ہونے کے باعث اس کا I.D Card نہیں بنا تھا جس کی وجہ سے اب اس کے پاسپورٹ کا مسئلہ بن گیا تھا جبران علی نے بے حد کوشش کی کہ کسی طرح عمر بڑھا کر I.D کارڈ بنوانے کے لئے لیکن اس میں بھی کم از کم ماہ کا وقت درکار تھا جبکہ انہیں دو ہفتے کے اندر اندر کینیڈا جانا تھا وقت کم تھا اور ادھر عروسہ فون پہ فون کر رہی تھی، جبران علی بے حد پریشان تھے کہ اچانک ان کی بینک میں ہاشم قاسمی سے ملاقات ہوئی جو ان کے بڑے بھائی مہران علی (عروسہ کے سسر) کے جگری دوست تھے، جبران علی اس حوالے سے ان کی بے حد عزت کرتے تھے، انہوں نے جبران سے پریشانی کی وجہ پوچھی تو وہ دکھ سے سانس لیتے ہوئے انہیں ساری بات بتا گئے جسے سن کر ہاشم قاسمی گہری سوچ میں ڈوب گئے پھر کچھ توقف کے بعد گویا ہوئے۔

''یار جبران اگر تو برا نہ مانے تو میں ایک بات کہوں۔'' کچھ توقف کے بعد وہ پھر بولے۔

''میں تیری بیٹی پلوشہ کی شادی اپنے پوتے ظل سبحان سے کرنا چاہتا ہوں کیا خیال ہے؟ ایسا کرنے سے تیرا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور بہو لانے کا میرا جو ارمان ہے وہ بھی پورا ہو جائے گا کیوں کیا خیال ہے؟'' انہوں نے کتنی آسانی سے بات ختم کر دی، لیکن جبران تو یہ سوچ کر ہی حیران رہ گئے کہ خدا تعالیٰ کس کس انداز سے اپنے بندے کی پریشانیوں کو غیبی امداد سے حل کر دیتا ہے، بےشک وہ دلوں کے بھیدوں سے اچھی طرح واقف ہے، وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ کس منہ سے اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کریں۔

''بھائی صاحب یہ آپ......''

''کچھ کہنے کی ضرورت نہیں یار بس چھیتی نال بچی کی رخصتی دی تیاری کر وقت بہت کم ہے اور ہم بھی مزید انتظار نہیں کر سکتے جلد از جلد اپنے گھر آنگن کو اپنی بہو دے قدموں نال آباد کرنا چاہتے ہیں۔'' ہاشم قاسمی کے انداز پر جبران علی مشکور ہوتے ان کے سینے سے لگ گئے پھر کیا تھا سب کچھ آناً فاناً طے ہو گیا، گھر دیکھا بھالا تھا خاندان اچھا تھا لوگ تو بے حد اچھے تھے لہٰذا انکار یا نکتہ چینی کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی تھی، اس لئے محض سات دن کے اندر اندر مختصر لیکن ممکنہ طریقے سے بھرپور تیاری کی اور یوں آٹھویں دن پلوشہ جبران مسز پلوشہ سبحان بن کر اپنے پیا کے سنگ رخصت ہو گئی۔

جبران اپنے فرض سے احسن طریقے سے سبکدوش ہونے پر خدا کے حضور سجدہ ریز تھے باقی جو ذرا سا خوف تھا وہ سبحان کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر ختم ہو گیا تھا، کوئی خلش باقی نہیں رہی تھی، جلد بازی میں ہی سہی لیکن انہوں نے اپنی عزیز از جان بیٹی کے لئے بہترین فیصلہ کیا تھا اور اب وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے۔

رسم کے مطابق ٹھیک تین دن بعد سبحان اسے لینے پہنچ گیا حسب توقع وہ غائب تھی سبحان کو لگا شاید آج بھی وہ لڈو کھیل رہی ہو لیکن آدھے گھنٹے بعد وہ تولیے سے بال خشک کرتی کمرے سے برآمد ہوئی پنک کڑھائی والے لباس

میں کمر سے نیچے آتے بالوں کو تولیے سے ہلکا ہلکا رگڑتی نکھری نکھری سی وہ سیدھا سبحان کے دل میں اتر گئی پھر جیسے ہی اس پر نظر پڑی تو حیران رہ گئی۔

''ارے آپ کب آئے؟'' خالصتاً بیویوں والا انداز تھا سبحان بے حد خوش ہوا۔

''ابھی تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے۔'' سبحان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اس وقت لاؤنج میں وہ اور اماں بی ہی بیٹھے تھے منیبہ شاید کچن میں تھیں پھر کچھ لمحے بات چیت کے بعد اماں بی اس سے مخاطب ہوئیں۔

''پلوشے پتر جلدی سے سامان پیک کر لو سبحان پتر تجھے لینے آیا ہے۔'' اماں بی نے اس کے دراز گیلے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''لینے آئے ہیں...... لیکن کیوں؟'' پلوشہ نے اس قدر حیرت سے پوچھا کہ پچھلے کچھ دنوں سے اماں بی اور بھابی بھی چونک گئیں۔

''پتر شادی ہو گئی ہے تیری سسرال نہیں جانا کیا؟''

''لیکن شادی تو ختم ہو گئی نا۔'' اس نے الجھتے ہوئے جواز پیش کیا اماں بی نے انکھیوں سے سبحان کو دیکھا جو ان دونوں کو دیکھ کر سر جھکا گیا تھا پھر وہ قدرے شرمندہ ہو تیں اسے سمجھانے لگیں۔

''پلوشے پتر جب لڑکی کی شادی ہو جاتی ہے نا تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس کے گھر میں رہتی ہے جیسے عروسہ کی شادی ہوئی اور وہ اپنے سسرال میں ہے ٹھیک ویسے ہی اب تمہیں بھی اپنی سسرال میں جانا ہو گا چل شاباش میرا بچہ اب جلدی سے جا کر پیکنگ کر لے سبحان کو دیر ہو رہی ہے۔'' اماں بی نے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا تو وہ معصومیت سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فوراً مان گئی کتنی بھولی تھی وہ یعنی کچھ بھی منوانا ہو تو ایک چھوٹے سے لیکچر کا Dose دے دیا جائے یہ ٹیک اور Key ہاتھ لگی تھی سبحان کے جسے وہ فوراً دماغ کی Memory میں Save کر گیا پھر وہ پیکنگ کے ارادے سے اٹھی اور لاؤنج کے داخلی دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ وہاں سٹینڈ پر رکھے فون کی بیل بجنے لگی اس نے فوراً لپکتے ہوئے ریسیور اٹھایا کینیڈا سے فون تھا۔

''ارے عروسہ کیسی ہو تم مائی گاڈ کتنی لمبی عمر ہے تمہاری حالانکہ میں نے تمہیں بالکل بھی یاد نہیں کیا۔'' بغیر سلام دعا کے پرجوش انداز میں اس نے عادتاً بہن کو چھیڑا حالانکہ وہ عروسہ سے چار سال چھوٹی تھی لیکن دونوں بہنوں میں خاصی بے تکلفی تھی دوسری طرف عروسہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

''میں جانتی ہوں بھئی ظاہر ہے یاد تو انہیں کیا جاتا ہے جنہیں انسان بھول جائے کیوں؟''

''بس بس اب زیادہ باتیں مت بناؤ سخت خفا ہوں میں تم سے۔'' اس نے منہ بسورا۔

''کیوں کیا ہوا؟''

''ہونا کیا ہے چیٹنگ کی ہے تم نے یاد کرو ذرا تمہاری شادی پر میں آئی تھی ناں لیکن میری شادی میں تم نہیں آئیں یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔'' وہ اپنے ازلی بھولے پن سے شکوہ کرنے لگی تو وہاں بیٹھے سبحان اور اماں بی مسکرائے بنا نہ رہ سکے پھر کچھ دیر دونوں کے گلے شکوے اور وضاحتیں چلتی رہیں عروسہ اسے منانا چاہتی تھی پلوشہ بھی کہاں زیادہ دیر ناراض رہ سکتی تھی اس لئے اسی لئے فوراً مان گئی پھر عروسہ کے کہنے پر اس نے ریسیور سبحان کو تھما دیا اور خود اندر چلی گئی رسمی سلام دعا اور حال چال کے بعد عروسہ اصل بات پر آئی یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اپنے بہنوئی سے بات کر رہی تھی۔

''سبحان بھائی میں آپ سے ایک

©www.pkdigest.com

Request کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی فرمایئے۔" اس نے مودبانہ جواب دیا۔

"دراصل ہماری پلوشہ بہت بھولی ہے وہ ناسمجھ بالکل نہیں ہے بس تھوڑی سی لاابالی ہے لیکن اگر کوئی پیار سے سمجھائے تو فوراً سمجھ جاتی ہے اس کی معصومیت کے پیچھے راز بھی یہی ہے کہ ہم سب نے اسے بہت لاڈ پیار دیا ہے وہ دل کی بے حد صاف ہے لوگوں کے چہروں اور کردار کو پڑھنے یا پرکھنے کا ہنر اسے بالکل نہیں آتا جو دیکھتی ہے اسے ہی سچ سمجھ لیتی ہے بچپن سے لے کر میری شادی تک میں نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا ہے حتیٰ کہ یہاں بھی مجھے اس کی فکر لگی رہتی ہے لیکن اب اس کی زندگی میں آپ آگئے ہیں میں نے آپ کی بہت تعریف سنی ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہوں گے بس آپ سے ایک التجا ہے کہ اس کا بے حد خیال رکھیے گا اگر وہ کوئی غلطی کرے تو ڈانٹ کر نہیں بلکہ پیار سے اسے سمجھایئے گا پھر دیکھیے گا آپ جان جائیں گے کہ اسے سمجھنا کتنا آسان ہے وہ بہت دلچسپ ہے یہ بھی آپ کو جلد پتہ چل جائے گا بس اس امید پر میں اسے آپ کی سرپرستی میں دے رہی ہوں کہ آپ اسے وہی مان عزت پیار اور اپنا پن دیں گے جو اب تک اسے اپنے والدین سے ملا ہے اتنی سی توقع تو میں آپ سے کر ہی سکتی ہوں نا۔" عروسہ کے لہجے میں بہن کے لیے بزرگانہ فکرمندی گھلی تھی، اس کی محبت و شفقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا تھا کہ وہ فون پر بات کرتے کرتے آنسو بھی بہا رہی تھی جسے سبحان نے بخوبی محسوس کیا تھا اور وہ عروسہ کی ہر بات کو تہہ دل سے ذہن نشین کر رہا تھا۔

"آپ بے فکر ہو جائیں عروسہ آپی کیونکہ پلوشہ اب میری ذمہ داری ہے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا پورا خیال رکھوں گا آپ کو بھی کبھی مجھ سے شکایت نہیں ہو گی۔" سبحان نے اسے یقین دلا کر پوری طرح سے مطمئن کر دیا پھر دو چار باتوں کے بعد اس نے فون رکھ دیا تب پلوشہ بھی بیگ تیار کر کے آچکی تھی پھر ڈھیر ساری ہدایتوں اور دعاؤں کے ساتھ انہیں رخصت کیا گیا۔

گھر پہنچتے ہی اسے دا جی کا پیغام ملا پلوشہ کو کمرے میں جانے کا اشارہ کر کے وہ سیدھا ان کے کمرے میں جہاں ہمیشہ کی طرح اس وقت سبھی موجود تھے ماسوائے پاپا کے جبکہ مما بیگ میں کپڑے اور ضرورت کی دیگر اشیاء رکھوا رہی تھیں جن میں سے زیادہ سامان Ladies کا تھا سبحان نے حیرت سے سب کو دیکھا۔

"السلام وعلیکم!" اس نے مشترکہ سلام کیا تو سبھی نے جواب دیا لیکن نظریں شرارت سے مسکرا رہی تھیں سبحان کے کان بالکل الرٹ ہو گئے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"ظلے خیر نال پہنچ گئے پتر؟" دا جی نے اسے قریب بلا کے اپنے شانے سے لگاتے ہوئے پوچھا وہ آج پھر ضرورت سے زیادہ لاڈ دکھا رہے تھے یہ کوئی اچھا سگنل نہیں تھا سبحان کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔

"جی دا جی۔"

"بہو ٹھیک ہے؟"

"جی دا جی ٹھیک ہے پر یہ سب کیا ہے دا جی اتنا سارا سامان کس لئے؟" اس نے جا بجا کمرے میں پھیلے بیگز اور سوٹ کیسز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"اوئے لڈو اینان سارا کتھے ہے بس ضرورت کی چیزیں ہیں کل کو اگر تم دونوں کو کسی چیز کی ضرورت پڑی تو کیا پڑوسیوں سے ادھار مانگو گے؟"

"دونوں...... کون دونوں؟"

"اوئے یار تو اور پلوشہ اور کون ابھی چار دن پہلے تو تیرا اس کے ساتھ ویاہ ہوا ہے اپنی چھیتی بھول گیا اس کو۔" دا جی نے کھلکھلاتے ہوئے وضاحت دی تو اس کے سر پر چھت آ گری۔

"وات...... پلوشہ...... لیکن وہ میرے ساتھ کیوں جائے گی؟" اس نے تحیر سے آنکھیں پھیلا کر پوچھا، اسے دا جی کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

"لو جی کر لو گل اوئے تیرے نال نئی تو کیا گوانڈیوں کے نال جائے گی ویاہ تیرے نال ہوا ہے تو ظاہر ہے وہ تیرے نال ہی جائے گی نا۔" دا جی اس کی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے شغل سے کہا تو سبھی ہنس دیئے۔

"افوہ دا جی آخر آپ سمجھتے کیوں نہیں، آخر وہ میرے ساتھ کیسے رہے گی؟" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا [illegible] بے چین کر دیئے تھے۔

"بڑا آسان ہے ویسے ہی رہے گی جیسے ہی سب رہتے ہیں اوئے جھلیا سویر کو تو دفتر چلے جایا کرنا وہ پیچھے سے گھر کا کام کاج کر لے گی شام کو جب تو آئے گا تو تیرے لئے کھانا بنا کر تیرا انتظار کرے گی اور تجھے کیا چاہیے اوئے پتر تجھے تو خوش ہونا چاہیے کہ تجھے اور تیرے گھر کو سنبھالنے والی تیرے پاس ہو گی۔"

"کیا خاک سنبھالے گی الٹا مجھے یہ اسے سنبھالنا پڑے گا۔" سبحان کی رہتی سہتی ساری خوشگواریت جھنجلاہٹ میں بدل چکی تھی اسے نئے سرے سے غصہ آنے لگا تھا اسی لئے اس نے دا جی کی بات کے جواب میں احتجاجاً کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے نا بھائی کیونکہ مستقبل میں بھی تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر بچوں کو آپ نے ہی سنبھالنا ہے نا اس لئے ابھی سے پریکٹس کر لیں بھابھی کو سنبھالنے کی اسی بہانے عادت بھی ہو جائے گی کل کو کوئی پرابلم نہیں ہو گی۔" دانش کی زبان پھسل چکی تھی۔

"شٹ اپ واٹس دی سیریس یہاں میری جان کو بنی ہے اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔" سبحان نے اسے غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے جارحانہ انداز میں ڈپٹا۔

"کیوں ڈانٹ رہا ہے اسے ظلے ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے بچہ ساتھ لے جائے گا بہو کو بھی عادت ہو گی ناں۔" خلاف توقع دا جی نے پہلی بار اسے ڈانٹنے کی بجائے حمایت کی تو صدمے خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات کے باعث دانش کی آنکھیں بے تحاشا پھیل گئیں۔

"لیکن دا جی میں دفتر دیکھوں گا یا گھر میں، میں مشکل میں پھنس جاؤں گا دا جی۔" وہ کسی طور بھی آج دا جی کی باتوں میں نہیں آنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پلوشہ اس علیحدہ گھر میں تو کیا اس بھرے پورے گھر میں بھی جلدی خود کو مکس نہیں کر پائے گی اسی لئے وہ دا جی کے فیصلے کی اتنی جاندار مخالفت کر رہا تھا کہ حیدر آگے بڑھا۔

"Cool down subhan آئی تھنک دا جی ٹھیک کہہ رہے ہیں اگر آپ پلوشہ بھابھی کو ساتھ نہیں لے جائیں گے تو ان کے گھر والوں کو لگے گا کہ آپ ان کا خیال نہیں رکھتے خود تو آپ دوسرے شہر میں ہوں گے وہ یہ سمجھیں گے کہ ہم نے ان کی بیٹی کو بہو نہیں بلکہ اپنے گھر کی نوکرانی بنا رکھا ہے اس لئے بہتر یہی ہو گا کہ آپ انہیں ساتھ لے جائیں مجھے یقین ہے وہ جلد ہی آپ کے ساتھ ایڈجسٹ کر لیں گی۔" حیدر نے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے بات فوراً سنبھال لی وہ مطمئن ہوا تھا یا نہیں تاہم خاموش ضرور ہو گیا تھا۔

''اپنا سبق کافی ہے یا ہور دینا پڑے گا۔'' دا جی نے کمر پر ہاتھ رکھ کر ان کے بیچ مداخلت کی انداز سراسر جتانے والا تھا کہ سبحان شرمندہ ہو گیا۔

''بس خلے اک واری میں نے کہہ دیا کہ یہ بہو تیرے نال جائے گی تو مطلب جائے گی آئی گل دماغ وچ۔'' دا جی نے فیصلہ کن انداز میں بات ہی ختم کر دی تو اسے ناچاہتے ہوئے بھی ہمیشہ کی طرح ان کی ضد ماننا پڑی۔

اگلے دن شام کو ان دونوں نے نکلنا تھا پلوشہ کے گھر سے بھی آئے تھے دو دن بعد ان بھی کینیڈا کے لئے فلائٹ تھی اس لئے وہ بیٹی کو خود رخصت کرنے آئے تھے جانے سے قبل سب نے اسے بطور خاص پلوشہ کی حفاظت کی نصیحتیں کیں جسے وہ بے دلی سے سنتا رہا یہاں تک کہ اپنے گھر والوں کو بھی اس کی فکر میں گھلتا دیکھ کر وہ اچھا خاصا چڑ گیا آخر میں اماں بی نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''سبحان پتر میری پلوشے بڑی بھولی ہے اس کا خیال رکھنا شام کو جلدی گھر واپس آ جایا کرنا ورنہ یہ اکیلے گھر میں پریشان ہوتی رہے گی۔''

''ارے دادی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں خدارا مجھے گناہ گار نہ کریں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس کا پورا خیال رکھوں گا۔'' دادی کو التجا کرتے دیکھ کر وہ بے حد شرمندہ ہوتا ان کے ہاتھ پکڑ کر بولا پھر پلوشہ دادی سے گلے مل کر جو رونا شروع ہوئی تو چپ ہونے کا نام نہ لیا یوں جیسے آج ہی میکے سے رخصت ہو رہی ہو، گاڑی میں بیٹھ کر بھی وہ سب کو مسلسل ہاتھ ہلا کر بھیگتی نظروں سے اوجھل ہوتا دیکھتی رہی۔

MBA کرنے کے بعد سبحان کو لاہور کی ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی تھی، اگرچہ اسے کمپنی کی طرف سے گھر کی آفر ہوئی تھی تاہم دا جی کو پسند نہ تھا کہ وہ کمپنی کے گھر میں رہے چنانچہ انہوں نے سبحان کو اس کا ذاتی فلیٹ خرید کر دیا تھا جو کہ ایک بلڈنگ کی تیسری منزل پر واقع تھا گاڑی البتہ کمپنی کی ہی تھی پانچ مرلے کا یہ چھوٹا سا فلیٹ دو بیڈ روم مع باتھ روم ایک کچن ایک برآمدہ جو بطور ٹی وی لاؤنج استعمال ہو سکتا تھا برآمدے کے بیچ میں ہی ایک چھوٹا سٹور ایک باتھ روم چھوٹا صحن جس کا عقبی حصہ لاہور کے مین حصے کی طرف کھلتا تھا جہاں ہمہ وقت گاڑیوں اور دیگر ٹرانسپورٹ کا شور سنائی دیتا تھا آخری حصے میں ایک عدد ڈرائنگ روم جسے وہ سٹڈی روم کے طور پر استعمال کرتا تھا، فلیٹ اگرچہ چھوٹا تھا تاہم بے حد خوبصورت تھا سبحان نے ہر چیز کو نفاست سے سیٹ کر رکھا تھا، وہ بچپن سے ہی سلیقہ شعار اور حد درجہ صفائی پسند تھا اسے بے ترتیبی اور گندگی سے سخت نفرت تھی اپنے فلیٹ کو بھی اس نے ایکدم چمکا کر رکھا تھا [illegible] دفعہ [illegible] کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ اس گھر میں عورت ذات کا وجود نہیں ہے کیونکہ اتنا سلیقہ و نفاست کسی چھڑے کے بس کی بات نہیں تھی کوکنگ میں بھی وہ ماہر تھا شام کو دفتر سے لوٹنے پر وہ خود ہانڈی بناتا اور روٹیاں پکانے میں تو اس نے اپنی والدہ عالیہ رضا کو بھی مات دے دی تھی اس کے علاوہ اپنی پسند کی تمام ڈشز وہ بے حد لذیذ و عمدہ پکاتا تھا کبھی کبھار جب وہ زیادہ تھک جاتا تو بہت مجبوری کے تحت ہوٹل سے کھانا لاتا ورنہ تو خود کلنگ کرتا، رہا صفائی ستھرائی کا کام تو اس کے لئے ویسے تو اس نے ایک کام والی مائی لگوا رکھی تھی جو اس کے دفتر چلے جانے کے بعد تقریباً دس بجے آتی اور بارہ بجے تک جھاڑو پوچا برتن وغیرہ دھو کر واپس چلی جاتی فلیٹ کی ایک چابی اس کے پاس تھی لیکن اتوار کو جب اس کا آف ہوتا تو کام

والی کو چھٹی دے کر وہ خود ڈسٹنگ کرتا۔

وہ بہت خوش و خرم اور مطمئن انداز میں اپنی زندگی اپنے طریقے سے جی رہا تھا اس کی اپنی ہی ایک دنیا تھی جہاں صرف اس کی من مرضی ہی چلتی تھی، لیکن اب اس دنیا میں پلوشہ نامی انقلاب آ چکا تھا جس نے سب کچھ زیر و زبر کر کے رکھ دیا تھا پلوشہ کے پہلے اس کی زندگی پھر اس گھر میں آ جانے سے سب کچھ بدل گیا تھا اس کی ساری روٹین ڈسٹرب ہو گئی تھی۔

''پلوشہ ٹھیک سے دروازہ بند کر لینا اگر کوئی بیل دے تو پوچھے بغیر مت کھولنا خاص کر کسی انجان کے لئے تو بالکل نہیں ویسے بھی تم کون سا یہاں کسی کو جانتی ہوں اس لئے بہتر ہے کہ دروازہ مت کھولنا گھر میں فون ہے کوئی مسئلہ ہو تو مجھے فوراً کال کر لینا اوکے اب میں چلتا ہوں خدا حافظ'' دروازہ [illegible] کھڑا وہ [illegible] کل تیار [illegible] بند [illegible] سے ہدایتیں جاری کر رہا تھا اور وہ متفکر چہرہ لئے ہوں ہاں میں سر ہلاتی جا رہی تھی پھر وہ مڑ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

''سنیئے ذرا ایک منٹ۔'' ابھی وہ دوسری سیڑھی پر ہی تھا کہ پلوشہ نے اسے آواز دی وہ تیزی سے اگلی قدموں لوٹ آیا۔

''کیا ہوا کوئی مسئلہ ہے کیا؟'' سبحان نے فکر سے پوچھا۔

''نہیں مسئلہ تو نہیں بس میں یہ سوچ رہی تھی کہ میں اکیلی گھر میں شام تک کیا کروں گی؟'' انگلیاں مروڑتے ہوئے انتہائی متفکر انداز میں کہتے ہوئے وہ سیدھا سبحان کے دل میں اتر گئی اس نے مسکرا کر پلوشہ کی پریشان حال صورت کو دیکھا وہ اس کی حالت سمجھ سکتا تھا۔

''تم فکر مت کرو آج میں جلدی گھر آ جاؤں گا پھر ہم گھومنے چلیں گے تم تیار رہنا اور تب تک تم گھر کی صاف صفائی کرنا ناشتے کے برتن دھونا اور ہاں میری وارڈ روب میں اپنے کپڑے سیٹ کر لینا انہی سب کاموں میں وقت گزر جانے کا پتہ بھی نہیں چلے گا اور شام ہو جائے گی Very simple۔'' کتنی سہولت سے سبحان نے اسے وقت گزاری کا گُر سمجھایا تھا دوسری جانب پلوشہ کی جان ہی نکل گئی۔

''لو کر لو بات وقت تو تب گزرے گا ناں جب میں یہ سارے کام کروں گی کیونکہ مجھے تو کچھ کرنا ہی نہیں آتا۔'' اپنی دانست میں وہ بم پھوڑے دیانت داری سے سچ بتا رہی تھی۔

''ہوں اور دا جی نے کہا تھا کہ محترمہ گھر سنبھال لیں گی بچ دا جی قربان جاؤں آپ کی سوچ پر۔'' سبحان نے خیال میں دا جی سے مخاطب ہوتے ہوئے تاسف سے کہا۔

''اوکے پھر یہ سب کام رہنے دو کام والی آ کر خود کر دے گی تم ایسا کرنا سٹڈی روم میں کچھ انٹرسٹنگ بکس ہیں اس کا مطالعہ کر لینا شاید تمہیں پسند آئیں اگر یہ بھی نہ ہو تو گھر میں کیبل ٹی وی ہے ٹی وی دیکھ کر ٹائم گزارنا شام کو میں زیادہ جلدی آنے کی کوشش کروں گا Till then take care of yourself۔'' ایک نئی ترکیب بتاتے ہوئے سبحان نے فوراً جانے کا قصد کیا مبادا وہ اس سے بھی انکار نہ کر دے پھر بنا اس کا جواب سنے وہ چلا گیا اور پلوشہ دروازہ لاک کر کے اندر آ گئی رات ساڑھے بارہ بجے وہ لوگ گھر پہنچے تھے چار گھنٹے کے مسلسل سفر نے انہیں تھکا دیا تھا اس لئے بمشکل کپڑے بدل کر وہ لوگ بنا کچھ کھائے بستر پر ڈھیر ہو گئے صبح ناشتہ کرنے کے بعد سبحان آفس کے لئے تیار ہو گیا کیونکہ صبح دیر سے آنکھ کھلنے پر ناشتہ بنانے کا وقت نہیں تھا۔

شام کو وہ دونوں اپنی ہی بلڈنگ کے گراؤنڈ

فلور والے فلیٹ میں موجود تھے جو سبحان کے آفس کولیگ علی کا تھا اور اس کی بیوی ندا بے حد ہنس مکھ ملنسار اور مہمان نواز تھی جبکہ علی خود ندا کی نسبت سنجیدہ تھا اکثر سبحان رات کی چائے یا ڈنر ان کے ساتھ ہی کا ہوتا اس وقت بھی وہ سب لوگ چائے سے اور دیگر لوازمات سے انصاف کرتے خوش گپیوں میں مصروف تھے ندا کو بھولی بھالی معصوم سی پلوشہ بے حد پسند آئی تھی کچھ ہی لمحوں میں ان کی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔

''دیکھ لیا ندا میں کہتا تھا کہ یہ ایک نمبر کا چھپا رستم ہے اور اب تو اس نے باقاعدہ ثابت بھی کر دیا کیسے چپکے سے شادی کر لی اور ہمیں ہوا تک نہیں لگنے دی یہ سب اس لئے کیا تا کہ ہمیں ولیمے کے چاول نہ کھلانے پڑیں؟'' علی نے تقریباً دسویں بار اس کی سرپرائز شادی کا شکوہ کرتے ہوئے اسے چھیڑا بدلے میں سبحان نے اس کے کندھے پر ایک دھپ رسید کی جس پر ندا اور پلوشہ دونوں کی ہنسی نکل گئی۔

''چلو جی جو بھی ہوتا ہے اچھے کے لئے ہوتا ہے ویسے ایک بات سبحان بھائی جلد بازی میں ہی سہی دلہن چن کر لائیں ہیں آپ سچ پلوشہ بھابھی بہت پیاری ہیں ایکدم چھوٹی موٹی سی۔'' ندا نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر تعریفی انداز میں کہا تو وہ شرما گئی سبحان بھی ان کی بات پہ دل سے فخریہ انداز میں مسکرایا کیونکہ اس بات سے اسے بھی کہاں انکار تھا وہ خود بھی تو اسی حسن کا دیوانہ ہوا تھا۔

''ندا بھابھی میری بس آپ سے ایک ہی Request ہے کہ میری غیر موجودگی میں آپ پلوشہ کو کمپنی دیں یہ اکیلی گھر میں بور ہوتی ہے کچھ میں بھی اس کی طرف سے فکر مند ہوتا ہوں آج کل لاہور کے حالات بھی کچھ ٹھیک نہیں اس لئے۔''

''کیوں شرمندہ کر رہے ہیں سبحان بھائی یہ بھی بھلا کوئی کہنے کی بات ہے ارے مجھے تو بے حد خوشی ہے کہ بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی سہیلی کی کمپنی مل گئی اب آپ اپنی زوجہ محترمہ کی طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں کیونکہ میں ہوں ناں ان کا خیال رکھنے کے لئے میں بھی گھر بیٹھی بیٹھی بور ہو جاتی تھی کتنی بار علی سے کہا کہ جاب کر لوں لیکن یہ مانتے نہیں تھے پر اب اس کی ضرورت نہیں میں روز آپ کے گھر آ جایا کروں گی پھر ہم دونوں خوب باتیں کریں گے کیوں پلوشہ؟'' سبحان کی بات کاٹتے ہوئے ندا نے تفصیلاً اپنا فراخدلانہ پروگرام بتایا تو پلوشہ بھی خوشی سے سر ہلانے لگی۔

''ہوں باتیں صاف صاف کیوں نہیں کہتیں کہ پیٹھ پیچھے ہم بیچارے شوہروں کی برائیاں کیا کریں گی۔'' علی نے محض چھیڑنے کی غرض سے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا پھر دونوں ہاتھ پہ ہاتھ مار کر ہنس دیئے جواب میں ندا نے خطرناک تیوروں سے علی کو گھورا۔

''ظاہر ہے [illegible] بھی کوئی چھپانے والی بات تو ملے گی نہیں اس لئے برائیوں سے ہی کام چلانا پڑے گا اور ویسے بھی ہم نازک اندام لوگ آپ کی طرح دو اور دو چار کی Calcultion پہ تو مغز کھپائی کرنے سے رہے۔'' ندا نے بھی علی کو بحث میں جیتنے نہیں دیا تھا۔

''نازک اندام نہیں کوڑھ مغز کہو خود کو کیونکہ Calcultion تو تب کرو گی ناں جب گنتی آتی ہوگی لاکھ کے آگے کتنے صفر آتے ہیں یہ تو تمہیں پتہ نہیں ہمیشہ میتھ کے پیپر میں نقل لگا کر پاس ہوتی رہی ہو بڑی آئیں میڈم مغز کھپائی کرنے والی۔'' علی نے ندا کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ دیا تھا کیونکہ وہ حساب میں ذرا کمزور تھی اسی لئے وہ اکثر اس کی نالائقی پہ مذاق اڑاتا تاہم اب

دونوں کی باقاعدہ لڑائی شروع ہو چکی تھی جو دیر تک جاری رہی سبحان کو تو عادت ہو گئی تھی کیونکہ وہ دونوں اس کی موجودگی کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے اور یونہی طعنہ بازی پر اتر آتے تھے تاہم پلوشہ بڑی دلچسپی سے ان کی نوک جھونک انجوائے کر رہی تھی پھر ندا اور علی نے انہیں رات کے کھانے پر روک لیا یوں وہ رات بارہ بجے کے قریب اپنے فلیٹ میں واپس آ گئے۔

اگلے دن وعدے کے مطابق ندا ان کے گھر موجود تھی پلوشہ اسے بیڈ روم میں لے گئی اپنے کپڑے جیولری وغیرہ دکھائی پھر چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اسے مہمان نوازی کا خیال آیا۔

''ندا بھابھی پلیز آپ برا مت مانیئے گا میں تو آپ کی اچھی طرح خاطر داری کر لی پر کیا کروں مجھے چائے وغیرہ بنانی نہیں آتی۔'' پلوشہ نے شرمندگی سے بتایا تو اسے حیرت ہوئی۔

''کیا آپ کو چائے بنانی نہیں آتی بھابھی؟''

[illegible] ماما ٹھیک ہی کہتی تھیں ایکدم نکمی ہوں میں۔'' پہلی بار اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے وہ معصومیوں جیسا منہ بنا کر اتنی معصومیت سے بولی کہ ندا کو اس پر ترس کے ساتھ ساتھ پیار بھی آیا وہ اس کے شرمندگی سے جھکے سر کو ٹھوڑی سے اونچا کرتے ہوئے ہنس دی۔

''ہائے اللہ میں صدقے جاواں کتنی بھولی ہیں آپ خیر کوئی بات نہیں آپ شرمندہ نہ ہوں آیئے ہم دونوں مل کر چائے بناتے ہیں اسی بہانے میری خاطر داری بھی ہو جائے گی اور آپ کو چائے بنانی بھی آ جائے گی جو کہ بہت ہی آسان ہے۔'' ندا نے اس کی من موہنی صورت کو دیکھتے ہوئے حل پیش کیا تو وہ خوشی سے چہک اٹھی پھر دونوں کچن میں جا کر چائے بنانے لگیں ساتھ باتوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

''ہماری شادی کا ڈیڑھ سال ہو گیا ہے پر آج بھی لوگ دیکھ کر کہتے ہیں جیسے نیا بیاہتا جوڑا ہو، پتہ ہے کیوں، کیونکہ میں نے ہمیشہ علی کے ساتھ دوستوں کی طرح ری ایکٹ کیا ہے بیویوں والی ذمہ داریاں اپنی جگہ لیکن ایک شوہر کو اپنی بیوی ہمیشہ دوست کے روپ میں ہی اچھی لگتی ہے، پتہ ہے لوگ کہتے ہیں کہ ایک مرد شادی کے سال دو سال بعد ہی اپنی میرڈ لائف سے بور ہو جاتا ہے اس کے پیچھے صرف یہی ایک Reason ہے کہ لڑکی ماں بننے کے بعد خود کو بچوں اور گھریلو ذمہ داریوں میں اتنا الجھا لیتی ہے کہ شوہر کی طرف دھیان ہی نہیں دے پاتی اور بیچارہ شوہر اس روٹین سے اکتا جاتا ہے، لیکن میرے اور علی کے درمیان ایسا کچھ نہیں ہے میں علی کو کبھی بور نہیں ہونے دیتی ہمیشہ کسی نہ کسی کام کے حوالے سے ان کے آگے پیچھے گھومتی رہتی ہوں تو انہیں بہت اچھا لگتا ہے، خدا تعالیٰ نے ابھی تک ہمیں اولاد نہیں دی لیکن مجھے محسوس بھی نہیں ہوا کیونکہ علی بھی کسی بچے سے کم نہیں جتنا وقت گھر میں ہوتے ہیں مجھے بھگائے رکھتے ہیں سچ پوچھو تو مجھے بھی ان کے کام کرنا اچھا لگتا ہے جیسے ان کے لئے ناشتہ بنانا آفس کی تیاری میں ان کی مدد کرنا شام کو ان کی من پسند کھانے بنا کر تعریف موصول کرنا پھر رات کو ان کے آفس کے کپڑے استری کرنا اور ان کی خاطر خود بھی سج دھج کر تیار ہو کر ان کا ویٹ کرنا سب مجھے بہت اچھا لگتا ہے سارا دن اسی روٹین کو فالو کرتے گزر جاتا ہے اور میرے خیال میں تو ایک بیوی کو ایسا کرنا بھی چاہیے کیونکہ ان مردوں کی یہ فطرت میں شامل ہوتا ہے ذرا سی بیوی کی توجہ ہٹی نہیں اور یہ دوسری حسیناؤں کی زلفوں کے اسیر ہوئے نہیں، انہیں قابو میں رکھنے کے لئے اپنی ذات سے الجھائے

©www.pkdigest.com

رکھا بے حد ضروری ہوتا ہے۔" ندا چائے بناتے ہوئے مسلسل اپنی ہی کہے جا رہی تھی بنا اس کی طرف نظر اٹھائے جس کا چہرہ فکر و پریشانی سے اتر گیا تھا پھر برنر آف کر کے ندا نے اس کے ہوائیاں اڑتے چہرے کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔

"ارے بھابھی آپ کو کیا ہوا؟ آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟ میں تو بس آپ کی معلومات میں اضافے کے لئے کہہ رہی تھی لیکن سبحان بھائی ایسے بالکل نہیں ہیں وہ تو بہت ہی نیک اور شریف ہیں اتنا عرصہ ہو گیا انہیں یہاں رہتے ہوئے لیکن آج تک ان کی کوئی Complain نہیں سنی وہ تو کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے So please don,s worry۔" ندا اسے اس حد تک سیریس ہوتے دیکھ کر وضاحتیں دینے لگی۔

"آخر کب تک نیک بنے رہیں گے جب انہیں لگے گا کہ ان کی بیوی کسی لائق نہیں تب تو وہ ضرور کسی اور کی زلفوں کے اسیر ہو جائیں گے اور ان کا بھی کیا قصور ہو گا بھلا میں ہوں جو اس قابل ماما کتنا کہتی تھیں کہ کوئی کام سیکھ لوں پر میں نے ان کی نصیحتوں پر کبھی کان نہیں دھرے لیکن اب مجھے ہی انجام بھگتنا ہو گا سبحان تو واقعی بہت اچھے لیکن میں ہی ان کے قابل نہیں اس لئے ایک نہ ایک دن تو ان کا یہ دل مجھ سے بھر جائے گا نا۔" پہلی بار وہ اتنی سمجھداری کی باتیں کر رہی تھی شاید یہ ندا کی باتوں کا ہی اثر تھا کہ وہ اس نہج پہ سوچ رہی تھی تاہم ندا اسے یوں پریشان دیکھ کر پچھتائی کہ آخر اس نے کیوں پلوشہ کو سب بتایا۔

"نہیں ندا بھابھی میں بھی آپ کے جیسی بیوی بننا چاہتی ہوں میں بھی سبحان کے سارے کام خود کرنا چاہتی ہوں تاکہ وہ بھی علی بھائی جیسے شوہر بنے رہیں بولیے بھابھی کیا آپ مجھے سکھا دیں گی۔" ندا کے ہاتھوں کو تھام کر وہ التجائیہ انداز میں بولی تو ندا شرمندہ ہو گئی۔

"کیوں نہیں میں ضرور آپ کی مدد کروں گی لیکن ایک بات بتاؤں آپ کو کوئی بھی کام ہو سیکھنے سے زیادہ شوق اور لگن سے آتا ہے، اگر آپ کسی بھی کام میں دلچسپی لے کر شوق سے کریں گی ناں تو آپ اس کی ماہر ہو جائیں گی بس دل لگی سے کوشش کیجئے گا پھر دیکھنا دھیرے دھیرے آپ سب کام سیکھ جائیں گی تب تو بیچارے سبحان بھیا بھی آپ کے آنچل سے پیچھا چھڑا نہیں پائیں گے بلکہ وہ تو مقناطیس کی طرح کھنچے چلے آئیں گے اپنی گل گلزار کی طرف۔" اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے آخر میں ندا نے اسے چھیڑا تو وہ شرما گئی لیکن وہ دل سے اس کی مدد کے لئے مشکور تھی۔

"وقت کی کمی کے باعث ہم آج پریکٹیکل تو نہیں کر پائیں گے کیونکہ مجھے کافی دیر ہو گئی ہے لیکن پھر بھی میں آپ کو پہلا سبق دے جاتی ہوں جسے صرف آج کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ذہن نشین کر لیں [illegible] شوہر [illegible] پر ہمیشہ پیارے ہونٹوں پہ مسکراہٹ کے ساتھ ہنس کر اس کا استقبال کریں کیونکہ اس طرح کرنے سے ان کی آدھی تھکن دور ہو جاتی ہے باقی سبق کل سے شروع کریں گے اوکے۔" ندا نے شروعات کرتے ہوئے کہا تو وہ خوشی سے سر ہلانے لگی پھر دونوں نے باتوں کے ساتھ چائے بھی نوش فرمائی اور یوں پہلا دن اختتام کو پہنچا۔

صبح اس کی آنکھ کچن میں ہو رہی برتنوں کی کھٹر پٹر سے کھلی اس نے کسلمندی سے انگڑائی لیتے ہوئے بھرپور جمائی لی پھر کھلے بالوں کو جوڑے میں مقید کر کے پاؤں میں چپل اڑس کر وہ آنکھیں مسلتی ہوئی کچن کے دروازے تک آئی لیکن سبحان کے ہاتھوں کو مہارت سے چلتا دیکھ کر اس کی کھلی بند ہوتی آنکھیں جو کہ نیند کے خمار

سے بھرپور تھیں حیرت کے باعث پوری طرح پھیل گئیں قلانچیں بھرتی وہ اس تک پہنچی۔

"ناشتہ بنا رہے ہیں؟" اسے مہارت سے روٹی بیلتے دیکھ کر اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جی ہاں نوش کریں گی آپ؟" سبحان نے طنز سے کہا کیونکہ اسے اپنی قسمت پر رونا آ رہا تھا کہ بیوی ہونے کے باوجود خود کچن میں سر کھپائی کر رہا تھا نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنی زوجہ محترمہ کے لئے بھی ناشتہ بنا رہا تھا۔

"نوش؟ یہ تو ماما نے ناشتے میں کبھی نہیں بنائے بہت مزیدار ہوتے ہیں کیا؟" وہ اس کے طنز کو قطعی نا سمجھتے ہوئے انتہائی معصومیت سے الگ ہی مطلب نکال بیٹھی تو پراٹھے کو گھی لگاتے ہوئے سبحان کی ہنسی نکل گئی وہ پچھتایا کہ کیونکہ پلوشہ ہر بات کا الٹا مطلب نکال کر سوال پر سوال کرنے لگتی تھی اور فی الحال اس کے پاس پلوشہ کے بے تکے سوالوں کا جواب دینے کا وقت نہیں تھا لہٰذا فوراً بات سنبھالنے لگا۔

"نہیں [illegible] تم بتاؤ پراٹھے کے ساتھ فرائی انڈا لو گی یا آملیٹ سینڈوچ کھانا پسند کرو گی یا پھر سلائس ود بٹر جیم۔" سبحان نے کسی ماہر کک کی طرح پکا ہوا پراٹھا پلیٹ میں رکھتے ہوئے انتہائی پھرتی سے آملیٹ مکسچر تیار کرتے ہوئے لسٹ بتائی تو حیرت سے اس کے کان کھڑے ہو گئے۔

"کیا آپ کو اتنا کچھ بنانا آتا ہے؟" وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی۔

"جی بالکل بندہ ناچیز ککنگ میں ماسٹر ہے Believe me ورنہ آزمائش شرط ہے۔" سبحان نے کس عمدہ کک کی جواب دیا تو وہ مایوس ہو گئی۔

"شرم سے ڈوب مرو پلوشہ دیکھو وہ مرد ہو کر کتنا کچھ پکا لیتے ہیں اور ایک تو کہ تجھے چولہا جلانا بھی نہیں آتا، بیچارے سبحان بھی آخر کب تک برداشت کریں گے آخر تو ایک دن......" اس سے آگے تو وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"نہیں نہیں میں آج ہی ندا بھابھی سے بولوں گی کہ مجھے جلدی سے سب کچھ سکھا دیں۔" تخیل میں خود کو کوسنے کے بعد وہ پکا عہد کرتی اگلا پروگرام ترتیب دینے لگی کہ اچانک سبحان نے اسے خاموش دیکھ کر اس کے سامنے چٹکی بجائی کہ وہ یکلدم چونکی۔

"کیا سوچ رہی تھیں اگر یہ سب پسند نہیں تو میں تمہارے لئے کچھ اور......"

"نہیں میں آملیٹ پراٹھا ہی لوں گی۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے وہ فوراً بولی کہ وہ مزید خود سے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی۔

"Very good ٹھیک ہے تم منہ ہاتھ دھو کر آ جاؤ تب تک میں ناشتہ ٹیبل پر لگاتا ہوں۔" سبحان نے نئی ہدایت جاری کی تو وہ خاموشی کے ساتھ کچن سے باہر چلی گئی۔

پھر اس نے پوری دل جمعی کے ساتھ ندا بھابھی سے ٹریننگ لینی شروع کر دی جس میں فی الحال کپڑے استری کرنا جوتے پالش کرنا ہر چیز سلیقے سے سیٹ کرنا اور ہلکی پھلکی کوکنگ وغیرہ شامل تھی وہ بہت خوش تھی یہ سب کام سیکھ کر تاہم ابھی مکمل عبور حاصل نہیں کر پائی تھی اور ابھی اسی نئی مہم جوئی کے بارے میں اس نے سبحان کو کچھ نہیں بتایا تھا کیونکہ وہ اسے سرپرائز دینا چاہتی تھی۔

سبحان نے بھی اکثر و بیشتر اس کے رویے میں چینج محسوس کیا لیکن پھر یہ سوچ کر زیادہ نوٹس نہ لیا کہ ہو نہ ہو یہ ندا بھابھی کی صحبت کا اثر تھا البتہ آج اس کا دل اپنے سرپرائز سے پردہ اٹھانے کا تھا، اس لئے آج وہ سبحان کی من پسند چکن بریانی بنا رہی تھی جس کے نام کے سوا اسے الف ب بھی معلوم نہ تھی اسی لئے ندا بھابھی باقاعدہ سر پہ

©www.pkdigest.com

کھڑی ہو کر اسے بتائے جا رہی تھی۔

''یہ لیجئے بھابھی ہو گئی تیار دیکھا کتنی آسان ہے اور آپ خوامخواہ ڈرا رہی تھیں بس اب اسے پندرہ منٹ کے لئے دم پر لگا دیں پھر بریانی ریڈی۔'' ندا نے اسے آخری بار کفگیر سے چاولوں کی تہہ سیٹ کرنے کا بتایا تو وہ بے حد خوش ہوئی۔

''ارے بھابھی زیادہ گہرائی میں کفگیر نہ چلائیں ورنہ چاول ٹوٹ جائیں گے بس اتنی سی احتیاط یاد رکھیں اور پھر دم کھولنے کے بعد بڑے دھیان سے کفگیر کے ذریعے نیچے سے اوپر چاولوں کو ہلاتے ہوئے مکس کر دیں اور آخر میں مزیدار چکن بریانی تیار۔'' ندا نے اس کا ہاتھ روک کر احتیاط بتایا پھر اس نے آنچ دھیمی کر کے بریانی دم پر لگا دی شام کو سبحان روزمرہ کے معمول سے ہٹ کر ایک گھنٹہ لیٹ گھر آیا پلوشہ بے صبری سے اس کی منتظر تھی پھر بیل کی آواز پر وہ فوراً لپکی تھکا تھکا سبحان دروازے پہ کھڑا تھا پلوشہ نے اس کے ہاتھ سے بریف کیس لے لیا۔

''آ گئے آپ؟'' ندا بھابھی کے دیئے گئے سبق کو دہراتے ہوئے وہ گرمجوشی سے بولی۔

''جی نہیں ابھی باہر ہی ہوں یہ تو میرا بھوت کھڑا ہے۔'' مسلسل Busy hours کے بعد تھکن سے چور ہونے کے باعث پلوشہ کا یہ بونگا سوال اسے بے حد بور لگا پھر وہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا لاؤنج کے صوفے پر گر گیا اور آنکھیں موند لیں تھکن چہرے کے علاوہ اس کے انگ انگ سے واضح تھی پلوشہ کو اس پر ترس آیا۔

''سنیئے آپ جلدی سے فریش ہو جائیں پھر کھانا بھی تو کھانا ہے۔'' وہ اس کے سر پہ کھڑی ہو کر بولی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''Oh no ابھی کھانا بھی بنانا ہے No way آج تو ہمت نہیں ہوٹل سے ہی لے آتا ہوں۔'' اکتاہٹ کے شدید احساس کے تحت وہ اندر جانے کے لئے کھڑا ہوا۔

''ارے نہیں آج ہوٹل سے لانے کی ضرورت نہیں میں نے خود کھانا بنایا ہے۔'' وہ مڑا ہی تھا کہ پلوشہ کی اگلی بات نے اس کے قدم روک لئے شاید کوئی اور بولا تھا یا شاید اس کے کان بجنے لگے تھے یا پھر اس پر تھکن سوار تھی جو وہ غلط سن رہا تھا سبحان نے ایک جھٹکے سے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

''میں نے آپ کی فیورٹ چکن بریانی بنائی ہے آپ فریش ہو کر آ جائیں تب تک میں گرم کر دیتی ہوں۔'' نہیں یہ وہم تو نہ تھا کیونکہ وہ مزید بتا رہی تھی۔

''واٹ کھانا، یعنی چکن بریانی اور وہ بھی تم نے ریکی۔'' سبحان کو تو اپنی قسمت پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ شرمائی ہوئی سر اثبات میں ہلا گئی۔

''[illegible] معجزہ ہو [illegible] نہیں دیکھ رہا۔'' سبحان کو [illegible] کیفیت میں [illegible] پلوشہ جا چکی تھی اس لئے وہ بھی خوش ہوتا چینج کرنے چلا گیا، ایک کے بعد دوسرا اور اب تیسرا چمچ بھی منہ میں ڈالنے کے باوجود سبحان نے اچھے یا برے کسی قسم کے ریمارکس نہ دیئے جبکہ اس کے سامنے بیٹھی پلوشہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے انتہائی پزل انداز میں اس کے تاثرات نوٹ کر رہی تھی۔

''سنیئے آپ نے بتایا نہیں کہ بریانی کیسی لگی؟'' چوتھا چمچ بھی منہ کی طرف جاتا دیکھ کر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اس لئے خود ہی پوچھ لیا جواب میں سبحان نے اس کے منتظر چہرے کو کچھ لمحے بغور دیکھا پھر اسے مزید تنگ نہ کرتے ہوئے کھل کر قہقہہ لگا کر ہنس دیا تو وہ خفگی سے منہ بسور گئی۔

''Well done, great, very fentastic, delishious۔'' سبحان نے مختلف الفاظ میں دل کھول کر زبردست تعریف کی تو وہ خوشی سے کھلا اٹھی۔

''سچی آپ کو اچھی لگی؟'' اس نے گرمجوشی سے پوچھا تو سبحان نے نفی میں سر ہلا دیا جس سے اس کے مسکراتے لب سکڑ گئے۔

''اچھی نہیں بلکہ بہت اچھی لگی۔'' اس نے مزید وضاحت کی تو وہ خوشی سے پھول کر کپا ہو گئی۔

''بس پھر ٹھیک ہے اب آپ بے فکر ہو جائیں اب سے سارے کام میں خود کروں گی صبح آپ کے کپڑے بھی پریس کروں گی اور ناشتہ بھی میں خود ہی بناؤں گی۔'' اس نے مزید بتایا تو سبحان کو کرنٹ لگا یہ آج کے دن کے حوالے سے دوسرا بڑا جھٹکا تھا ایٹم بم نہیں بلکہ پورے کا پورا میزائل تھا جو اس پہ گرا تھا۔

''اللہ خیر تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔'' اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

''جی ہاں لیکن کیوں؟'' وہ ناسمجھی سے الٹا پوچھ گئی۔

''نہیں دراصل یہ استری ناشتہ آر یو شیور تم کر لو گی؟''

''لو کر لو بات میں نے کہا ناں میں کر لوں گی بس آپ مجھے ذرا جلدی اٹھا دیجئے گا کیونکہ سویرے میری آنکھ نہیں کھلتی ناں اس لئے وہ کیا ہے ناں کہ میں بچپن سے نیند کی بہت پکی ہوں بس آپ مجھے اٹھا دیجئے گا۔'' خالصتاً بیویوں والی فکرمندی سبحان حیران رہ گیا پھر اسے اپنی پلیٹ میں بریانی ڈالتے دیکھ کر وہ سوچنے لگا کہ آج کے دن کا نام Wednesday نہیں بلکہ Surprise day ہونا چاہیے تھا پھر وہ خود ہی ہنستا ہوا پلیٹ پر جھک گیا۔

صبح اس نے پلوشہ کو تو کیا ہی جلدی اٹھانا تھا الٹا وہ تو خود پورا ایک گھنٹہ لیٹ اٹھا تھا ہڑبڑا کر آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے جیسے ہی گھڑی پہ ٹائم دیکھا اسے زوردار کرنٹ لگا گھڑی پر سات بجے تھے اس کا ذہن مکمل بیدار ہو گیا۔

''اف خدایا آج تو آٹھ بجے MD کے ساتھ Meeting ہے اور مجھے تو پونے آٹھ بجے آفس پہنچنا تھا یعنی اب صرف پینتالیس منٹ ہی بچے تھے۔'' یہ سوچتے ہی اس کے جسم میں برق رفتاری دوڑ گئی پھر اس نے جلدی سے اپنے دائیں سائیڈ پر دنیا و مافیا سے بے خبر خرانے لیتی پلوشہ کو بری طرح جھنجھوڑ ڈالا۔

''پلوشہ...... پلوشہ اٹھو جلدی مجھے کافی دیر ہو گئی ہے تم آن گیٹ اپ فاسٹ ناشتہ بناؤ ارے نہیں اس میں ٹائم لگ جائے گا ایسا کرو صرف چائے بنا دو اور ہاں میری گرے شرٹ بھی پریس کر دو تب تک میں ہاتھ لے لوں۔'' وہ اسے ایک کے بعد دوسرا حکم جاری کر کے خود واش روم میں بھاگ گیا انداز تحکم ایسا تھا جیسے وہ بڑی ماہرانہ صلاحیتوں کی مالک ہو، پلوشہ بوکھلائی سی چھلانگ لگا کر بستر سے اتری اور بنا چپل پہنے کچن میں بھاگ گئی، برنر آن کر کے چائے کے پانی میں ساتھ ہی دودھ پتی چینی سب کچھ جلدی چائے بنانے کی غرض سے ڈال کر ڈھکنے کے بعد آنچ فل کر کے وہ بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی وارڈروب سے سبحان کی شرٹ نکال کر استری کا سوئچ لگا کر اسٹینڈ پر شرٹ پھیلانے لگی واش روم سے شاور چلنے کی آواز آ رہی تھی وہ تیزی سے شرٹ پر استری کر کے تہہ بٹھانے لگی۔

''پلوشہ تاول دینا ذرا۔'' سبحان نے واش روم سے آواز لگائی تو وہ استری چھوڑ کر صوفے پر پڑا تاول لے کر واش روم کی طرف بھاگی تاول

©www.pkdigest.com

دے کر وہ واپس مڑی ہی تھی کہ سجان نے اسے پھر بلایا۔

''پلوشہ اسٹڈی روم میں میری آفس فائلز پڑی ہیں ان میں سے گرین اور بلو کلر کی فائلز اٹھا لاؤ جلدی۔'' سجان نے نیا حکم جاری کیا تو وہ چلتی استری چھوڑ کر اسٹڈی روم کی طرف لپکی بمشکل ڈھونڈ ڈھانڈ کر فائلز لے کر وہ واپس لوٹی تب تک استری اپنا کام دکھا چکی تھی سجان کے بلانے کے باعث وہ بوکھلاہٹ میں استری شرٹ سے اٹھانا ہی بھول گئی تھی فائلیں بیڈ پر پھینک کر وہ اسٹینڈ پر جھپٹی فوراً استری اٹھائی جس کے نیچے سے دھوئیں کی چھوٹی سی لکیر نمودار ہوا میں معلق ہو گئی شرٹ کی بیک سائیڈ پر ایک پیارا سا گول دائرہ بن چکا تھا جس کے اس پار وارڈ روب سے لے کر واش روم تک کا سارا منظر واضح نظر آرہا تھا اسے بے حد شرمندگی ہوئی ابھی وہ شرٹ کا پوسٹ مارٹم ہی کر رہی تھی کہ کچن سے شن کی بھرپور آواز آئی، پھر کچھ یاد آنے پر ماتھے پہ ہاتھ مارتی وہ مزید بوکھلا گئی۔

''ہائے اللہ میری چائے۔'' شرٹ وہیں اسٹینڈ پر پھینکی اب اس کی دوڑ کا رخ کچن کی جانب تھا دو کپ چائے جس میں سے ایک کپ تو وہیں چولہے میں گر چکی تھی بقیہ کیتلی میں صرف ایک کپ چائے بچی تھی جو تیز آنچ کے باعث نکلنے کو بے تاب تھی پلوشہ کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے اس نے جلدی سے برنر آف کیا پھر اسی بوکھلاہٹ میں بنا کپڑے کے ہاتھ ڈھکن کی جانب بڑھا دیا۔

''سی۔'' ڈھکن شیلف پر گراتے ہوئے اس نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا اس کی انگلیاں جل گئی تھیں اس کی آنکھیں فوراً ہی درد کی شدت کے باعث گرم پانیوں سے بھر آئیں پھر دھندلائی آنکھوں سے اس نے اپنی بے حد نازک لیکن بے تحاشا سرخ انگلیوں کو دیکھا جہاں اب درد کی شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں اس نے بے اختیار امان بی کو یاد کیا جو اسے ذرا سی خراش لگنے پر سارا گھر سر پہ اٹھا لیتیں تھیں گزرا وقت یاد کر کے اسے اور بھی رونا آنے لگا۔

''پلوشہ...... پلوشہ کہاں گئی ہو ادھر آؤ۔'' بیڈ روم سے سجان کی گرج دار انتہائی غصیلی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ سہم گئی پھر رونا بھول کر وہ آنسو صاف کرتی جلدی سے باقی ماندہ چائے کپ میں انڈیل کر کمرے میں آئی جہاں سجان ہاتھوں میں سوراخ زدہ شرٹ تھامے صرف جینز پہنے گیلے بالوں کے ساتھ چہرے پر انتہائی خطرناک تاثرات لئے بڑے جارحانہ انداز میں چکر پھیریاں لے رہا تھا پھر اس پر نظر پڑتے ہی رک گیا۔

''وات از دس...... کیا ہے یہ؟'' ایک ہی بات ...... [illegible] اس نے شرٹ اس کی آنکھوں کے سامنے ...... انتہائی غصیلے انداز میں پوچھا سجان نے پہلی بار اس سے اس قدر سختی سے بات کی تھی اس لئے وہ اچھا خاصا ڈر گئی۔

''تو تم نے یہ شرٹ جلا دی اتنی بھی عقل نہیں تھی تمہیں کہ سوچ ہی نکال جاتیں۔'' اسے گھورتے ہوئے سجان نے کھا جانے والے انداز میں کہا تو وہ اور خوفزدہ ہو گئی آنسو ایک بار پھر پلکوں پر ہلکورے لینے لگے جنہیں بمشکل اس نے پینے رکھا اپنے ہاتھ کا درد تو جیسے وہ بھول ہی گئی تھی۔

''اب کھڑی کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو جلدی سے دوسری شرٹ نکال کر پریس کر دو وہ ان ٹو منٹس۔'' سابقہ شرٹ کو صوفے پر اچھالتے ہوئے اسے بت بنے کھڑا دیکھ کر اس نے کہا تو وہ ہوش میں آئی پھر روبوٹ کی طرح حرکت کرتے ہوئے چائے اسے تھا کر نئی شرٹ نکال کر پریس کرنے لگی اور سجان چائے کے چپ لینے کے ساتھ ساتھ فائلز کے صفحے الٹتے ہوئے بغور اسٹڈی کرنے لگا پھر اس نے شرٹ پریس کر کے سجان کو دی تو اس نے چائے کا کپ بیڈ پر رکھ کر فوراً شرٹ پہنی۔

''ہوں ٹیبل سے میرا بریف کیس اور والٹ اٹھا لاؤ ہری اپ۔'' کالر سیدھا کر کے موڑتے ہوئے اس نے نیا حکم جاری کیا تو وہ فوراً تعمیل کے لئے مڑی واپسی پر ہاتھ میں مطلوبہ چیزیں تھیں وہ پکڑانے کے غرض سے جیسے ہی آگے بڑھی کہ چائے کا کپ اٹھا کر سیدھا ہوتے سجان سے جا ٹکرائی نتیجے میں چائے کا کپ الٹ کر فائلوں کے شفاف صفحوں پر ڈھیر ہو گیا کچھ چھینٹے سجان کی ادھ کھلی شرٹ پر بھی نقش و نگار بنا گئے۔

''او گاڈ یہ کیا کر دیا تم نے بیوقوف لڑکی۔'' سجان نے انتہائی درشتی سے کہتے ہوئے کپ دور اچھال کر نیچے سے صفحے نکالے لیکن چائے اپنا کام کر چکی تھی ...... [illegible] ...... غصہ ...... کر دونوں ...... چاہا اس کا گلا گھونٹ دے۔

''واٹ نان سینس پاگل ہو گیا تم ساری فائل کا ستیاناس کر دیا پتہ ہے کتنی Important فائل تھی یہ پورے دو دن محنت کر کے تیار کی تھی آج کی میٹنگ کے لئے اور تم نے ساری محنت ضائع کر دی اندھی کہیں کی۔'' حد درجے بدتمیزی اور کرختگی سے اسے ڈانٹتے ہوئے سجان نے صفحے بیڈ کی طرف اچھال دیئے تاہم ضبط کی آخری حدوں کو چھوتی پلوشہ کا صبر جواب دے گیا بمشکل ہلکورے لیتے آنسو موقع ملتے ہی باڑ پھلانگ کر طوفانی رفتار سے بہنے لگے غصے اور افسوس کے باعث وہ پھٹ پڑی۔

''لو کر لو بات غلطی بھی اپنی ہے میں نے کہا تھا دیر سے جگاؤ پھر سارے کام میرے سر پہ چھوڑ کر خود واش روم میں گھس گئے اور جو صبح صبح میری پریڈ کروائی وہ الگ جلد بازی میں ایک تو میرا ہاتھ بھی جل گیا الٹا آپ مجھے ہی ڈانٹ رہے ہیں، جائیں میں آپ سے بات نہیں کرتی چلی جاؤں گی میں اپنی ماما کے پاس، نہیں رہنا مجھے یہاں۔'' بات کرتے کرتے اس کی ہچکی بندھ گئی پھر جو وہ رونا شروع ہوئی تو چپ ہونے کا نام ہی نہ لیا سجان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا غصہ تو جیسے فوراً اڑنچھو ہو گیا پھر اسے یوں زار و قطار روتے دیکھ کر اسے کے دل کو کچھ ہوا واقعی غلطی تو اس کی تھی اپنے دیر ہونے کا غصہ اس نے معصوم پلوشہ پر نکالا تھا وہ بھی اسے اتنا زبردست ڈانٹ کر سجان کو شدت سے اپنے سنگین رویے کا احساس ہوا۔

''پلوشہ میری جان! آئی ایم سوری میرا ہرگز وہ مطلب نہیں تھا۔'' وہ انتہائی پیار سے وضاحت پیش کرنے کے لئے آگے بڑھا ہی تھا کہ اس نے دور سے ہی اس کے ہاتھوں کو جھٹک دیا۔

''خبردار ہاتھ مت لگائیں مجھے میں ساری زندگی آپ سے بات نہیں کروں گی بہت برے ہیں آپ۔'' بے تحاشا روتے ہوئے رندھی آواز میں کہہ کر وہ بیڈ پر بیٹھ کر ہچکیوں سے رونے لگی ساتھ ہی اپنی سرخ انگلیوں کو پھونکیں مارتے ہوئے اسے اور بھی رونا آیا سجان کو اس کی اس معصوم بچوں جیسی ادا پر ٹوٹ کر پیار آیا وہ لیکن ستم یہ تھا کہ وہ اسے قریب ہی نہیں آنے دے رہی تھی۔

''پلوشہ...... پلوشہ پلیز چپ ہو جاؤ دیکھو ایسے مت روؤ چپ ہو جاؤ۔'' بار بار کہہ کر وہ اپنی بے حد خوبصورت غزالی آنکھوں پر ظلم کر رہی تھی جو مسلسل رونے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔

''اچھا دکھاؤ مجھے کیسے جل گیا ہاتھ؟'' سجان اس کے بے حد قریب بیٹھ گیا پھر اس کی گود میں رکھا ہاتھ اپنی طرف کھینچ لیا جو واقعی سرخ ہو رہا

تھا اسے نئے سرے سے اپنے رویے پر افسوس ہوا۔

"رہنے دیں پہلے اتنا ڈانٹ دیا اب پیار جتا رہے ہیں نہیں کروں گی میں آپ سے بات چلی جاؤں گی میں آپ سے خفا ہو کر۔" ایک بار پھر اس کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے اس نے اپنا ارادہ بتایا تو سبحان کا دل سکڑ کر پھیلا کیونکہ پلوشہ سے دور ہونے کا تصور ہی اس کے لئے سوہان روح تھا جو بھی تھا وہ اس سے بے انتہا محبت کرتا تھا کیونکہ وہ پگلی ہی اس کے دل کی ملکہ جو تھی۔

"پلیز پلوشہ میری جان ایسا ظلم مت کرنا میں تمہارے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتا اور کہاں یہ جدائی نہیں یار تم بے شک مجھ سے جی بھر کر لڑ لو جھگڑا کر لو لیکن مجھ سے خفا بھی مت ہونا ورنہ میں جی نہیں پاؤں گا یار سمجھا کرو سویٹ ہارٹ۔" انتہائی لگاوٹ توجہ اور پیار سے کہتے ہوئے وہ اپنے ہاتھوں کی مستقل شرارت سے اسے منانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا کچھ تو تھا اس کے لہجے میں کہ پلوشہ یوں روتے روتے ایکدم چپ ہو گئی لیکن اس نے ابھی تک سبحان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"میں واقعی بہت برا ہوں اچھا دیکھو میں نے اپنے کان بھی پکڑ لئے اب تو معاف کر دو پلیز کم از کم ایک بار تو مجھ غریب کی طرف نظر بھر کر دیکھ لو جان پلیز۔" باقاعدہ کان پکڑتے ہوئے وہ التجائیہ انداز میں بولا پھر پلوشہ نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی لب اپنے آپ مسکرا اٹھے۔

"اتنی جلدی معافی نہیں ملے گی پہلے آپ کو دس بار اٹھک بیٹھک کرنی ہو گی یہ آپ کی سزا ہے۔" پھر سے ناک سکیڑتے ہوئے اس نے سزا سنائی تو اس کی ڈیمانڈ پر سبحان کی ہنسی نکل گئی۔

"اوکے جو حکم میڈم آپ کی خاطر ہم یہ بھی کرنے کو تیار ہیں۔" وہ اٹھا ہی تھا کہ پلوشہ نے بازو سے پکڑ لیا۔

"ارے نہیں سبحان میں تو مذاق کر رہی تھی۔" پلوشہ نے اسے سیریس دیکھ کر روکا تو وہ ہنستا ہوا پھر بیٹھ گیا ہاتھ ابھی تک پلوشہ کے ہاتھ میں تھا۔

"ٹھیک ہے پھر وعدہ کرو کے مجھے چھوڑ کر جانے کی بات کبھی نہیں کرو گی۔" سبحان نے دوسرا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا کر کہا وہ کھلکھلا اٹھی اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"اور آپ بھی وعدہ کریں کہ آئندہ مجھے کبھی نہیں ڈانٹیں گے۔"

"میرے باپ کی بھی توبہ جو میں بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالوں۔" سبحان نے ڈرنے والے اسٹائل میں کہا تو وہ اس کے سینے پر مکا مار کر ہنس دی جس میں سبحان کی بھی ہنسی شامل تھی پھر سبحان نے اسے کھینچ کر ساتھ لگاتے ہوئے مکمل طور پر اپنے حصار میں چھپا لیا، شرٹ کے اوپر کی بٹن کھلے ہونے کے باعث اس کے سینے سے ٹکراتی پلوشہ کی گرم سانسیں اس کا امتحان لینے لگیں، اس کا دل پوری شدت سے دھڑکنے لگا اس کے سینے سے لگی وہ اس کی دھڑکنوں کے کتنے قریب تھی وہ اسے چھونا چاہتا تھا، اس کی سانسوں کو محسوس کرنا چاہتا تھا ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اس کو خود کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا ہر لمحہ قیامت بن گیا تھا اس کے لئے وہ ان لمحوں کے سحر میں اور پلوشہ کے حسن میں پوری طرح غرق ہونا چاہتا تھا لیکن یہ مناسب وقت نہ تھا کیونکہ پلوشہ ان باتوں کی نہیں سمجھتی تھی، وہ اس کی بے خبری سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا کیونکہ وہ بہت معصوم اور بھولی تھی، ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے اسے وقت درکار تھا اور سبحان میں اتنا صبر تھا کہ وہ پلوشہ کو اتنا وقت دے سکے اس کے لئے بمشکل خود پر جبر کرتے ہوئے وہ دل کی خواہش دل میں دبا کر اسے خود سے علیحدہ کر گیا پھر اٹھ کر چیزیں سمیٹنے لگا کیونکہ اسے کافی دیر ہو چکی تھی۔

ندا بھابھی کی ثابت قدمی سے دی جانے والی ٹریننگ کے بے حد مثبت اثرات سامنے آ رہے تھے کیونکہ پلوشہ نے پیشتر سے زائد گھر کی ذمہ داری سنبھال لی تھی کھانا بنانا سبحان کی چیزوں کا خیال رکھنا گھر کی صفائی ستھرائی سب کام وہ احسن طریقے سے کر رہی تھی سبحان ان سب کے لئے ندا بھابھی کا بے حد مشکور تھا۔

وہ رات کو بیڈ پر آفس کی فائلز پھیلائے کام کر رہا تھا کہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا اس کا موبائل بج اٹھا پلوشہ اس کے صبح آفس کے لئے کپڑے پریس کر رہی تھی سبحان نے فائل سے بنا نظر ہٹائے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا اور آن کر کے کان سے لگایا۔

"ہیلو ارے انکل کیسے ہیں آپ؟" دوسری جانب پلوشہ کے بابا تھے جو نیند اسے بات کر رہے تھے۔

"اچھا...... کب؟" سبحان کی ساری توجہ اب فون کی جانب تھی جبکہ پلوشہ ہر چیز سے بے نیاز اپنے کام میں مگن تھی۔

"واٹ یہ کیا کہہ رہے ہیں انکل۔" سبحان نے پلوشہ کی پشت کو دیکھتے ہوئے قدرے دھیمی آواز سے کہا۔

"یہ تو اچھی خبر نہیں انکل پلوشہ کو کتنا صدمہ ہو گا۔" نہ جانے کیا بات تھی جو وہ یوں کہہ رہا تھا۔

"نہیں انکل مجھ سے نہیں ہو گا آپ خود ہی بتا دیں جی یہیں ہے میں بلاتا ہوں۔"

"پلوشہ تمہارے بابا کا فون ہے بلا رہے ہیں۔" سبحان نے اسے بتایا تو وہ چونکی پھر خوشی سے استری بند کر کے بھاگتی ہوئی آئی اور اس کے ہاتھ سے فون لے لیا۔

"ہیلو بابا جانی...... ہیلو بابا...... ہیلو بابا۔" اچانک بات کرتے کرتے سلسلہ منقطع ہو گیا شاید سگنل پرابلم تھا۔

"لائن کٹ گئی پوری بات ہی نہیں ہو پائی۔" پلوشہ نے نہایت افسردگی سے منہ لٹکا کر کہا اور موبائل اسے واپس کر دیا۔

"پتہ نہیں کیا کہنا چاہ رہے تھے بابا جانی آپ سے کچھ کہا انہوں نے۔" بابا کی ادھوری بات سے پریشان ہوتے ہوئے اس نے سبحان سے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"ہاں وہ دراصل پلوشہ تمہارا ایف اے پارٹ ٹو کا رزلٹ آ گیا۔" سبحان نے آہستہ سے بات شروع کی کہ یکلخت پلوشہ کا رنگ اڑ گیا اس کے ہاتھ اچانک سے ٹھنڈے پڑ گئے ماتھے پر پسینے کے ننھے قطرے ابھرے سبحان اس کی حالت دیکھ کر بتانا تو نہیں چاہتا تھا لیکن پلوشہ کا روم روم سماعت بن گیا تھا پھر وہ چھپا بھی نہیں سکتا تھا کہ نہ جانے اپنے رزلٹ کا اسے کتنی شدت سے انتظار ہو۔

"کک...... کیا ہوا؟" بمشکل اس نے یہ لفظ ادا کیے سبحان کو اس کی حالت پر ترس آیا لیکن بتانے کے سوا چارہ بھی کوئی نہیں تھا۔

"وہ...... پلوشہ دراصل...... انکل بتا رہے تھے کہ......"

"پلیز جلدی بتایئے سبحان۔" پلوشہ نے اسے اٹکتے دیکھ کر بے صبری سے پوچھا۔

"پلوشہ تم اسلامیات کے علاوہ باقی سبھی مضامین میں فیل ہو۔" آخر کار سبحان نے بتا ہی دیا وہ جانتا تھا کہ اسے شاک ہو گا لیکن مجبوری تھی۔

"واٹ...... یہ کیا کہہ رہے ہیں سبحان کتنے مارکس ہیں میرے۔" وہ مزید ایکدم قریب آتے ہوئے زور سے چلائی۔

©www.pkdigest.com

"دس پرسنٹ بھی نہیں ہیں نہ ہونے کے برابر۔" سبحان نے نہایت افسوس سے بتایا تو اس کے چہرے کا رنگ پھر سے بدلا۔

"کیا...... ریئلی...... جھوٹ تو نہیں بول رہے ناں آپ یعنی میں پاس نہیں ہوئی او مائی گاڈ How lucky i am?" اسے بازو سے پکڑ کر بے انتہا خوش ہوتی وہ سبحان پر حیرتوں کے پہاڑ توڑ گئی ایک پل کے لیے تو اسے لگا کہ اپنے فیل ہونے کی خبر سن کر وہ پاگل ہو گئی ہے۔

"تھینکس گاڈ میں پاس نہیں ہوئی ورنہ پھر سے مصیبت کھڑی ہو جاتی۔" اس کی اگلی بات نے سبحان کے خیال کی شدت سے نفی کی وہ جو سوچ رہا تھا کہ اپنی ناکامی کی خبر پر اسے صدمہ ہو گا الٹا اسے یوں خوش دیکھ کر حیرت کا شدید صدمہ تو سبحان کو لگا تھا۔

"پلوشہ تم فیل ہو گئی ہو تمہیں ذرا بھی افسوس نہیں ہے۔" سبحان نے تحیر سے پوچھا۔

"ارے اس میں افسوس کی کیا بات ہے مجھے تو خوشی ہے کہ اب پڑھنا نہیں پڑے گا مجھ سے نہیں چاٹی جاتی کتابیں پڑھائی تو مجھے پھانسی کے مترادف لگتی ہے فرسٹ ایئر کے پیپر تو میں نے رو رو کے دیئے تھے نہ جانے کیا اول فول لکھا تھا پر حیرت کی بات تھی کہ میں پاس ہو گئی لیکن اس بار میں نے غلطی سے بھی کوئی غلطی نہیں کی پاس ہونے کے لیے دل سے محنت کی تھی میں نے فیل ہونے کے لیے۔" بڑے مزے سے بیڈ پر بیٹھ کر سبحان کو اپنا نظریہ تعلیم بتانے لگی جسے سننے کے بعد اسے مزید حیرت ہوئی تاہم آخری بات پر اس کے لب مسکرا اٹھے۔

"اچھا جی فیل ہونے کے لیے بھی محنت کرنی پڑتی ہے؟" سبحان اس پاگل دیوانی سی لڑکی کی عجیب و غریب باتوں پر دل سے محظوظ ہوتا تھا اس لیے مزید معلومات کے لیے سینے پر ہاتھ باندھ کر اسے بغور دیکھتے ہوئے شرارتی انداز سے پوچھنے لگا۔

"اور نہیں تو کیا دل بھر کر بکواس لکھی میں نے پیپرز میں تب کہیں جا کر فیل ہونے جتنے مارکس اکھٹے کیے 1150 میں سے پورے 85 مارکس لینا کوئی ایویں شیویں بات تو نہیں ہے نا۔" کیا تھی وہ پگلی سی لڑکی کس طرح کی باتیں کرتی تھیں سبحان نے اس کی بات پر جاندار قہقہہ لگایا شاید وہ دنیا کی پہلی ایسی لڑکی تھی جو محنت سے فیل ہو کر یوں خوش ہو رہی تھی بمشکل اس نے اپنی ہنسی روکی۔

"چلو جو ہو گیا سو ہو گیا لیکن اس بار تم پاس ہونے کے لیے محنت کرو کیوں کہ میں تمہیں تیاری کرواؤں گا۔" سبحان نے نئی تجویز پیش کی تو وہ اچھل پڑی۔

"کیا، پھر سے پڑھائی ہرگز نہیں واہ جی واہ پہلے وہاں اور اب یہاں [illegible] رہی ہوں میں ہرگز نہیں پڑھوں گی لڑکیاں بیچاری اچھے گھروں میں شادی کے لیے اتنی سر دردی کرتی ہیں پر میری شادی تو ہو چکی ہے پھر میں کیوں پڑھوں۔" بنا اس کے سنے وہ بولے چلی جا رہی تھی۔

"ارے یہ تم سے کس نے کہا کہ لڑکیاں شادی کے لیے پڑھتی ہیں؟" سبحان نے ایک بار پھر ہنستے ہوئے پوچھا وہ پلوشے کا بے تکان باتوں سے بے حد دلچسپی لیتا تھا۔

"اماں بی نے اور کس نے لیکن میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ میرے سامنے پڑھائی کا نام بھی مت لیجئے گا، اب میں گھر سنبھالوں گی بچے پالوں گی یا کتابوں کو رٹے لگاؤں گی۔" روانی سے بولتے ہوئے وہ خود نہیں جانتی تھی کہ کیا بول گئی ہے تاہم سبحان نے اس کے ہوا میں اڑتے الفاظ پکڑ لیے تھے اور اب اسے چھیڑنے کا بھرپور

موقع ہاتھ لگ گیا تھا۔

"اچھا تو اب آپ بچے پالنا چاہتی ہیں۔" وہ اس کے پاس بیٹھ گیا لہجہ شرارت سے بھرپور نظریں خمار لیے ہوئے تھیں وہ اس کے گود میں رکھے ہاتھ کی چوڑیوں سے چھیڑ خانی کرنے لگا مقصد صرف اسے احساس دلانا تھا اس رشتے کا۔

"ظاہر ہے بچوں کو پالنا آسان کام تھوڑی ہے بہت کچھ سوچنا پڑتا ہے۔" سبحان کے ساتھ مسلسل متحرک تھے جبکہ اس کے نازک پاؤں سے اپنے مردانہ پاؤں کی انگلیوں کو مس کرتے ہوئے وہ اسے تنگ کر رہا تھا لیکن پلوشہ ہر احساس سے عاری بی اماں کی طرح بولے جا رہی تھی۔

"Very good یعنی یہ سوچ لیا کہ بچے پالنے ہیں لیکن یہ نہیں سوچا کہ وہ بچے دنیا میں آئیں گے کیسے؟" بات کرتے کرتے سبحان کا لہجہ سرگوشیانہ ہو گیا پھر اس نے پلوشہ کے بالوں میں لگا کیچر [illegible] بکھرتے ہوئے اس کے بالوں [illegible] تاہم اس بار پلوشہ کو کچھ محسوس ہوا کسی گڑبڑ کے تحت اس کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا۔

سبحان کے ہاتھوں پیروں کی مسلسل حرکت اس کے دل میں گدگدی سی کرنے لگی اس کا بے قرار مخمور لہجہ پلوشہ کے نسوانی جذبوں سے چھیڑ خانی کرنے لگا اس کی پیغام دیتی نظریں پلوشہ کے انگ انگ میں میٹھے احساس کی مانند پیوست ہونے لگیں بالوں میں مسلسل رینگتی اس کی انگلیاں اس کی روح کو بے قابو کرنے لگیں ایسا پہلی بار ہوا تھا متعدد بار وہ بے خبری میں سبحان کے قریب ہوئی تھی لیکن یہ احساس پہلے کبھی نہیں جاگا تھا پھر آج کیوں ایسا ہو رہا تھا؟ کہ سبحان کی قربت اسے شرم دلا رہی تھی، وہ خود سمجھنے سے قاصر تھی، وہ اٹھ کر بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن دل بے کلی کھا رہا تھا نہ جانے کیوں سبحان کی یہ حرکتیں اسے اچھی لگ رہی تھیں۔

"کک...... کیا...... مطلب ہے آپ کا؟" کتنی ہی دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوئی تو سبحان اپنی کامیابی پر زیر لب مسکرایا پھر تھوڑی اس کے کندھے پر رکھ کر دوسرا ہاتھ کمر میں ڈال کر اسے اور بھی قریب کر لیا پلوشہ نے بے حد نروس ہوتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

"مطلب یہ کہ بچوں کو دنیا میں لانے کے لیے خالی باتوں سے کچھ نہیں ہو گا۔" ہونٹوں کو اس کے کانوں کے قریب کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر بھرپور خمار آلود ڈوب جانے والے انداز میں کہتا وہ اس کی رہی سہی جان بھی نکال لے گیا، شرم سے سرخ پڑتی ہوئی پلوشہ کی رنگت سبحان کے منہ زور بے قابو جذبوں سے آگہی کا بھرپور ثبوت تھی۔

"سبحان بس کیجیے پلیز بہت ہو گیا۔" شرم سے لال پڑتے ہوئے وہ بمشکل اسے روک کر ہاتھوں میں چہرہ چھپا گئی سبحان اس کے انداز پر مسکرایا پھر اس کی ہتھیلیوں کو چہرے سے ہٹانے لگا۔

"واہ جی ابھی سے بس ابھی تو میں نے کچھ"

"سبحان...... بہت بے شرم ہیں آپ ہٹیے۔" نہ جانے آج اسے کیا ہو گیا تھا کہ وہ اپنے لفظوں کی حرارت سے اسے پگھلانے پر تلا تھا اور وہ قطرہ قطرہ موم کی طرح پگھل بھی رہی تھی وہ اٹھ کر جانا ہی چاہتی تھی کہ سبحان نے اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکا دیا کہ وہ اس کی گود میں آ گری زلفوں کی آبشار نے چہرے کو ڈھانپ لیا سبحان نے ایک ایک لٹ کو بڑے پیار سے ہٹاتے ہوئے اس چاندنی کے روپ کو کالی گھٹا سے آزاد کر لیا، تب آنکھیں چار ہونے پر دلوں کی دھڑکنوں نے روانی پکڑی تھی، پلوشہ کے تھرتھراتے گلابی لب اس کے اندر کی پیاس کو

©www.pkdigest.com

بڑھانے لگے حجاب سے اٹھتی گرتی بند ہوتی پلکیں اس کے حواسوں پر بجلیاں گرانے لگیں اس کے یخ بستہ کومل سے ہاتھوں کی کپکپاہٹ شل ہوتے اعصاب سے چھوٹتی سانسیں لمحہ بہ لمحہ سبحان کو اپیل کر رہی تھیں، وہ جھک کر اور قریب ہوا تو اس نے آنکھیں میچ لیں۔

''پلوشہ اگر میں کوئی گستاخی کر بیٹھوں تو مجھ سے خفا تو نہیں ہوگی ناں۔'' قریب تھیں سرگوشیانہ پاگل کر دینے والی سحر انگیز آواز التجائیہ انداز میں ابھری تھی، نہ جانے وہ کیا منوانا چاہتا تھا وہ ہوش میں کہاں تھی جو سمجھ پاتی فقط ہونٹوں کی ہلکی جنبش سے وہ اتنا ہی کہہ سکی ''نہیں۔''

بس ایک لمحے کی بات تھی کہ جذبات کا زور دار ریلا قیامت خیز حد تک بے قابو ہو گیا کمرے میں جلتی لائٹ بجھ گئی اور اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں دلوں کے دیپ پوری آب و تاب سے جل اٹھے جس نے پورے عالم کو اپنی لو دیتی محبت بھری روشنی سے منور کر دیا تھا کہیں رم جھم جذبوں کی کھل کر برسات ہو رہی تھی جس نے بھیگ کر کسی کے دل کی دھرتی کو سیراب کر دیا تھا، ہر تشنگی ان قیامت خیز لمحوں میں مٹتی چلی گئی اور صبح کا اجالا پھیلتے ہی دلوں کے دیپ ٹمٹماتے ہوئے بجھ گئے۔

......

وہ واش روم سے گیلے بالوں کو دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے جھٹک کر سنوارتا باہر نکلا تو پلوشہ کو نیم غصے سے منہ پھلا کر ہاتھوں کی چوڑیوں کو نوچ کر ناگواری سے ڈریسنگ پر پھینکتے پایا، جن سے پیشتر ٹوٹی چوڑیاں بیڈ پر جا بجا بکھری گزشتہ رات کی آپ بیتی سنا رہی تھیں، جنہیں دیکھ کر سبحان کے لبوں پر دل آفریں مسکراہٹ بکھر گئی پھر اس کی شوخ نظروں نے اس دشمن جاں کا بھرپور جائزہ لیا جو گرد و نواح سے بے نیاز اپنے ہی کام میں مگن تھی گیلے بالوں کی طویل آبشار کچھ تو دائیں بائیں کندھوں سے ہو کر سینے پر بکھری تھی اور کچھ پشت پر جلوہ افروز تھی جس میں سے شفاف پانی کے ننھے قطرے ٹپک ٹپک کر زمین پر گر رہے تھے اور کچھ نے اس کی قمیض کو بھگو دیا تھا جس کے نتیجے میں گیلی قمیض اس کی کمر سے چپک گئی تھی پیشانی پر بھی دو سلوٹیں اس کے کھلے روپ کی سحر انگیزی میں اضافہ کر رہی تھیں، گلاب کی پنکھڑیوں جیسے نازک لبوں کو دانتوں تلے دبائے آزاد کرتی وہ پوری طرح شعلہ جوالہ بنی تھی جس کے حسن کی پرکشش لو دیتی حرارت دور سے ہی سبحان کے احساسات کو گرما رہی تھیں اس پر قیامت اس کا یوں غصہ کرنا وہ پوری شدت سے سبحان کے سکون تھکے ماندے اعصاب سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی تھی اسے شرارت سوجھی اور وہ آہستہ سے بنا آہٹ کیے اس کی عدم توجہی کے باعث اس [illegible] بکھیرتے عکس کو دیکھ کر مسکرایا، جو ابھی تک عقب میں اس کی موجودگی سے غافل تھی پھر سبحان نے آہستہ سے اپنے دونوں بازو اس کی کمر میں حائل کرتے ہوئے اسے خود سے قریب کر لیا اور ٹھوڑی اس کے کندھے پر جما دی۔

''مائی گاڈ کتنی حسین لگ رہی ہو تم پلوشہ جی میرا دل پھر سے بے ایمان ہو رہا ہے لیکن کیا کروں مجبوری ہے تمہاری قسم یار اگر آفس نہیں جانا ہوتا تو......''

''Stop it subhan'' اور ہاتھ مت لگائیے مجھے سخت خفا ہوں میں آپ سے۔'' پلوشہ نے اس کے حصار کو جھٹکتے ہوئے اس کا جملہ ادھورا ہی رہنے دیا وہ سبحان کی اس درجہ اچانک قربت سے بے حد نروس ہو گئی تھی، تاہم سبحان نے اس کی ناراضگی کو قطعی خاطر میں نہ لاتے ہوئے اسے سابقہ پوزیشن میں پھر سے پکڑ لیا۔

''جانتا ہوں کیونکہ کل رات سے تقریباً پچاس بار تم یہی بات کہہ چکی ہو، پر میں تمہیں منا لوں گا لیکن ابھی نہیں کیونکہ جو بات رات کی تاریکی میں پرنور چاند کی موجودگی میں روٹھے محبوب کو منانے میں ہیں وہ اب کہاں۔'' اس کے بھیگے خوشبودار گیسوؤں کی لٹوں میں منہ چھپاتے ہوئے سبحان کا انتہائی سرگوشیانہ لہجہ پلوشہ کے اعصاب شل کر گیا اس کی بات میں چھپے مطلب کو سمجھتے ہوئے وہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑ گئی، ہتھیلیاں ٹھنڈے پسینے سے تر ہو گئیں وہ جلد جلد سبحان کی قربت سے دور ہونا چاہتی تھی مبادا کہ پھر سے ہمت نہ ہار جائے۔

''فار گاڈ سیک سبحان مت چھیڑیں مجھے پلیز۔'' اس کی بانہوں کی قید کو توڑتے ہوئے ذرا دور کھڑی ہو گئی تاہم سبحان فل شرارتی موڈ میں تھا اس بار ہاتھ تو نہ لگایا لیکن دور سے ہی [illegible] لے [illegible]۔

©www.pkdigest.com

وہ بات کرتے کرتے خود ہی چپ ہو گیا کیونکہ پلوشہ بنا دھیان دیئے چوڑیوں سے دستبرداری کے سابقہ کام میں مشغول ہو گئی تھی، سبحان نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ڈریسنگ سے ٹیک لگاتے ہوئے پرشوق انداز میں مسکراتے ہوئے اس کے متحرک ہاتھوں کو دیکھا جن سے وہ چوڑیاں اتار کم اور توڑ زیادہ رہی تھی گویا سبحان کا سارا غصہ انہی پر نکال رہی ہو۔

''چچ چچ...... چچ کیوں گناہ کما رہی ہو ان حسین ہاتھوں سے میری جان مجھ سے کہا ہوتا یہ کام میں احسن طریقے سے سرانجام دے سکتا ہوں۔'' سبحان جان بوجھ کر ایسی گفتگو کر رہا تھا تاکہ پلوشہ بولے کیونکہ اسے تنگ کرنے میں سبحان کو بڑا مزا آتا تھا اس کی بات پر وہ جب منشا ہے تب بچی تھی۔

''خاموش ہو جائیں سبحان ورنہ میں چلی جاؤں گی۔'' اس نے سبحان کو ڈرانے کی غرض سے ہمیشہ والی دھمکی دی تاہم اس کا بھی سبحان پر اثر نہ ہوا الٹا وہ کھل کر مسکرایا۔

''اچھا جی میں جانے دوں گا تب ناں۔'' اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تو وہ بے بس ہو گئی۔

''اچھی بات ہے مت جانے دیں لیکن اب اگر آپ نے کچھ بھی کہا ناں تو میں رو دوں گی۔'' وہ تو صرف دھمکی دے رہی تھی لیکن آنسو موقع ملتے ہی اس کے نینوں کی سرحدوں پر ڈانس کرنے لگے سبحان کے دل کو کچھ ہوا اسے پلوشہ پہ ترس آیا اس لیے فوراً سنجیدہ ہوتا اس کے قریب آیا اور دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔

I am sorry پلوشہ اچھا بابا میں اب ایسا کچھ نہیں کہوں گا لیکن پتہ بھی تو چلے کہ تم اتنی خفا کیوں ہو؟''

''کیونکہ دھوکہ دیا ہے آپ نے مجھے چیٹنگ کی ہے میرے ساتھ ایسے بھی کوئی کرتا ہے بھلا۔''

''کیسے؟'' اس کے ڈھکے چھپے لفظوں کا مطلب وہ بخوبی سمجھتا تھا پر پھر بھی انجان بن گیا۔

''وہی جو......'' حیا کے دامن میں لپٹی وہ اپنی بات مکمل ہی نہیں کر پائی کیونکہ سبحان بڑی دل جمعی اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا اسے ڈھیروں شرم آ گئی۔

''شاباش یعنی سارا الزام مجھ غریب پر۔'' سبحان کا لہجہ پھر سے شرارتی ہو گیا اس نے بھرپور خفگی سے دیکھا اور ہاتھ چھڑا لیے، سبحان کی بات بھی سچ تھی کیونکہ وہ گزشتہ رات کی مشترکہ بے خودی کا ذمہ دار صرف اسے ہی ٹھہرا رہی تھی۔

''کتنی شرم کی بات ہے کیا سوچیں گے سب عروسہ مجھ سے پوچھے گی تو کیا بتاؤں گی میں کیا منہ لے کر جاؤں گی میں سب کے سامنے۔'' رخ

موڑ کر اپنے عقل کے مطابق اپنی ہی ہانک رہی تھی سبحان کو ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی۔

"یہی منہ لے کر جاؤ گی ارے بیوقوف لڑکی کبھی میریڈ کپلز کے بیچ میں یہ سب ہوتا ہے اور ویسے بھی خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ تمہیں اب بچے پالنے ہیں اب اگر ہم کچھ وسیلہ نہیں کریں گے تو تمہارا یہ خواب کیسے پورا ہوگا؟" اس کا رخ اپنی جانب موڑ کر سبحان نے شرارتی انداز میں سمجھایا لیکن وہ ہنوز پریشان تھی جیسے اس سے کوئی بڑا گناہ ہو گیا ہو پھر اس کے ہاتھوں کو جھٹک کر وہ صوفے پر جا بیٹھی اور بے چینی سے ہتھیلیاں مسلنے لگی سبحان تاہم اس بار الجھ گیا کیونکہ پلوشہ کا رویہ اسے بھی پریشان کر گیا وہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"دیکھو پلوشہ Be practical جیسا تم سوچ رہی ہو ویسا کچھ بھی نہیں ہے ہم نے کوئی غلط کام نہیں کیا Believe me۔" وہ عروسہ کی بات یاد کرتا اسے رسان سے سمجھانے لگا لیکن وہ خاموش رہی۔

"اچھا ایک بات بتاؤ تم خفا کس بات پر ہو اپنی بے خودی پر یا میری پیش قدمی پر۔" وہ اس کے دماغ کی گتھیوں کو سلجھانا چاہتا تھا اسی لئے صرف ایک سرے کی تلاش میں تھا پر وہ بولتی تب نا بلکہ ہونٹوں پر قفل لگائے رخ پھیر گئی، بس یہی بات سبحان کو طیش دلا گئی اس کا ضبط جواب دے گیا وہ اسے پیار سے سمجھانا چاہتا تھا لیکن وہ تھی کہ مسلسل نخرے دکھا رہی تھی۔

"بس پلوشہ بہت ہو گیا بند کرو اب یہ ڈرامہ آخر میں نے ایسا کیا انوکھا کر دیا جو تم نے اتنا بڑا بکھیڑا کھڑا کر رکھا ہے لیکن پھر بھی اگر تمہیں میرا قریب ہونا گوارا نہیں تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد تمہیں ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا۔" بے حد غصے میں اپنی بات مکمل کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا کہ پلوشہ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"آئی ایم سوری سبحان پلیز مجھ سے خفا نہ ہوں میرا یہ ہرگز مطلب نہیں تھا۔" پلوشہ کو یوں سبحان کا غصے سے جانا اچھا نہ لگا، وہ نادم تھی اپنی غلطی پر سبحان نے تاسف سے اسے دیکھا پھر اس کے شرمندگی سے جھکے چہرے پر نظر ڈال کر گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام کر اپنے مقابل کھڑا کیا۔

"تو پھر کیا پرابلم ہے پلوشہ مجھے پلیز مجھے بتاؤ۔"

"پتہ نہیں سبحان میں خود نہیں جانتی کہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ پتہ نہیں میں کیا چاہتی ہوں؟" انتہائی بے بسی و لاچارگی سے کہتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی سبحان اس کی بے چینی سمجھ سکتا تھا لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وقت انسان کو سب کچھ سکھا دیتا ہے۔

"ٹھیک ہے پھر ایک کام کرو کہ اپنے اس نازک دماغ اور ہولی عقل پر زیادہ زور مت ڈالو شام تک میرا انتظار کرو کیونکہ اس وقت میرے پاس وقت نہیں ہے مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے اس بارے میں ہم شام کو بات کریں گے اوکے۔" سبحان نے اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے خوشگواری سے کہا تو وہ سر ہلا کر اس کی اس کے لئے تیاری میں مدد کرنے لگی۔

دوپہر بارہ بجے سبحان ہاف ڈے ڈیوٹی کر کے جلدی گھر آ گیا پر متعدد بار بیل دینے کے باوجود دروازہ نہ کھلا تو اسے پریشانی لاحق ہوئی پھر سوچا شاید پلوشہ واش روم میں ہوگی اور اچانک اسے دوسری ڈوپلیکیٹ چابی کا خیال آیا جسے وہ احتیاطاً بریف کیس میں رکھتا تھا اس نے فوراً چابی نکالی اور دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ کھل گیا لیکن برآمد شدہ چہرے کو دیکھ کر وہ گنگ رہ گیا۔

"دانش تم۔" سبحان نے دروازے میں سے کچھوے کی طرح گردن نکال کر دیکھتے ہوئے دانش سے پوچھا۔

"ہیلو بگ برادر۔" ٹوتھ پیسٹ کا ایڈ دے دانش نے اپنے ازلی شرارتی انداز میں حال چال پوچھا اور فوراً اس کے گلے لگ گیا سبحان نے اسے زور سے خود میں بھینچ لیا کیونکہ اسے یوں سامنے دیکھ کر حیرت کے ساتھ ساتھ بے حد خوشی ہوئی تھی۔

"دانش تم اچانک یہاں کیسے؟" علیحدہ ہوتے ہوئے سبحان نے پھر حیرانی سے پوچھا۔

"ہائے اللہ بھائی اتنا حیران کیوں ہو رہے ہیں کہیں میں غلطی سے پڑوسیوں کے گھر میں تو نہیں گھس گیا لیکن بھابھی تو اسی گھر میں تھیں۔" دانش نے کمال مہارت سے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا تو سبحان نے اسے ایک دھپ رسید کی۔

"جب آپ دانش چلو اندر آؤ۔" پھر وہ دونوں لاؤنج میں رکھے صوفوں پر بیٹھ گئے پلوشہ شاید کچن میں تھی۔

"کب آئے ہو کچھ کھایا پیا ہے یا نہیں؟" سبحان نے فکرمندی سے پوچھا کیونکہ وہ اور حیدر اس کا بے حد خیال رکھتے تھے۔

"بس ابھی تقریباً ایک ایک گھنٹے پہلے اور جناب بھابھی نے خوب جم کر خاطر داری کی ہے اتنا ٹھوس ٹھوس کر کھلایا پلایا ہے کہ اب مجھے اپنے پیٹ میں سموسوں پکوڑوں چٹنیوں اور دہی بھلوں کی باہمی دھینگا مشتی محسوس ہو رہی ہے۔" دانش نے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بتایا تو سبحان قہقہہ مار کر ہنس دیا۔

"تو تھوڑا کھانا تھا نہ یار پیٹ کون سا ادھار کا تھا جو واپس کرنے کی لالچ میں بھر لیا خیر تھوڑی چہل قدمی کر لو اس کے بعد آرام کرنا پھر سیٹ ہو جائے گا۔" سبحان نے اسے صوفے پر اچھلتے دیکھ کر تجویز پیش کی۔

"آرام کا وقت کہاں ہے بھائی دا جی نے سختی سے کہا تھا کہ واپسی پر بھابھی ساتھ ہوں گی تو جلدی نکلنا اسی لئے ہمیں ابھی نکلنا ہوگا شکر ہے آپ خود آ گئے ورنہ میں آپ کو فون کرنے ہی والا تھا۔" دانش نے پوری بات بتائی جسے سن کر اس کے کان کھڑے ہو گئے۔

"ابھی نکلنا ہے بھابھی کو لے کر کیا مطلب ہے تمہارا؟" سبحان نے بے حد چونکتے ہوئے پوچھا۔

"لو جی بھابھی کو لینے ہی تو بھیجا ہے دا جی نے مجھے؟"

"لیکن کیوں؟" کس انہونی کے باعث اس کی جان نکل گئی۔

"کیونکہ ان کی پوری فیملی بمع سسر عروسہ کینیڈا سے واپس آ گئے ہیں اور جلد از جلد ان سے ملنا چاہتے ہیں اسی لئے دا جی نے مجھے بھابھی کو لینے بھیجا۔" دانش نے اپنے آنے کا مقصد بتایا تو اس کی جان میں جان آئی۔

"ٹھیک ہے ایک ڈیڑھ ہفتے تک میں چھٹی لے کر خود پلوشہ کو لے آؤں گا۔" سبحان نے ٹانگیں میز پر پھیلاتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"ایک ڈیڑھ ہفتہ؟ یہاں اگر میں ایک منٹ بھی لیٹ ہو گیا ناں تو مجھے گھر سے جوتے پڑیں گے بھابھی کو تو میں آج ہی لے کر جاؤں گا آپ کو جب چھٹی ملے آ جایئے گا ایسا میں نے نہیں دا جی نے کہا ہے۔" دانش نے اسے یوں پرسکون دیکھ کر مزید بتایا۔

"کیوں آخر ایسی کیا قیامت آ گئی ہے جو ایک ہفتہ صبر نہیں کر سکتے تم لوگ؟" سبحان تلملا گیا کیونکہ پلوشہ کو بھیجنے کا تصور بھی اس کے لئے جان لیوا تھا۔

©www.pkdigest.com

"قیامت تو آجائے گی اگر میں آج بھابھی کو لے کر نہ گیا کیونکہ آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد یعنی 3 جنوری کو بروز اتوار کو وعدے کے مطابق آپ کا تاخیری ولیمہ ہونا قرار پایا ہے شاید آپ بھول گئے کہ ولیمے کی تقریب آگے ضرور ہوئی تھی پر ملتوی نہیں لہٰذا ولیمے میں بروقت شرکت کے لیے بھابھی کو قبل از وقت لے جانا ضروری ہے آئی بات سمجھ میں بھائی جان۔" دانش نے ماہر تقریری طرح دلائل سے اپنی آمد کا درست مقصد سمجھایا تو سبحان اچھل پڑا۔

"کیا ولیمہ؟"

"جی ہاں اور داجی نے یہ بھی کہوا بھیجا ہے کہ آپ بھی کم از کم دو دن پہلے چھٹی لے کر آجائیں وجہ مجھے نہیں معلوم۔" دانش نے اس کے حیرانی سے پوچھنے پر پیغام باہم پہنچایا وہ خاموش تو ہو گیا تاہم دل پلوشہ کے جانے پر بجھ گیا نہ جانے کیا کیا سوچا تھا اس نے سب مٹی میں مل گیا۔

"پلوشہ...... پلوشہ تم نے سنا۔" وہ اسے پکارتے ہوئے کمرے تک آیا لیکن فوراً چپ ہو گیا کیونکہ پلوشہ بڑے مزے اور انتہائی خوشی سے فٹ پیکنگ کر رہی تھی۔

"اوہ تو تم نے تیاری بھی کر لی مجھ سے پوچھے بغیر۔" سبحان نے طنز سے پوچھا۔

"لو کر لو بات آپ نے کون سا انکار کرنا تھا اس لیے میں نے سوچا جب تک آپ واپس آئیں گے میں تیاری کر رکھوں سچ سبحان میں کتنی خوش ہوں آپ کو بتا نہیں سکتی۔" پلوشہ نے اس کے بازو پر گرفت کرتے ہوئے گرمجوشی سے کہا تو سبحان کا دل بجھ گیا یعنی وہ تنہا ہی بے صبر تھا جبکہ اسے تو پرواہ بھی نہیں تھی۔

"Have patiece پلوشہ زیادہ اوور ایکٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے تم ایک دو دن تک ویٹ کرو میں کسی بھی طرح چھٹی لے کر تمہیں لے جاؤں گا۔" سبحان نے حد درجے اکتاہٹ سے اس کی بے صبری پر طنز کیا تو وہ حیران رہ گئی۔

"ایک دو دن؟ سبحان یہاں ایک لمحہ بھی مجھ پر بھاری پڑ رہا ہے ڈیڑھ سال ہو گئے مجھے اپنی بہن کو دیکھے ہوئے میرا تو بس نہیں چلتا کہ میں اڑ کر وہاں چلی جاؤں آپ مرد ہیں ناں ایک عورت کی Feeling کو بھی نہیں سمجھیں گے، تھوڑی دیر کے لیے ذرا خود کو میری جگہ پر رکھ کر سوچیں تب پتہ چلے گا کہ میری یہ بے چینی اور بے صبری کس حد تک جائز ہے۔" کچھ ہی عرصے میں وہ کتنی کھری بچی اور سچے کی باتیں کرنے لگی تھی، یہ سبحان نے بے حد محسوس کیا تھا لیکن وہ اپنے ان دیوانے جذبات کا کیا کرتا جنہیں ایک طویل مدت کے لیے بھی خود سے دور ہونے پر رضا مند نہ تھا جو بنا تیل کے پھڑ پھڑاتے دیئے کی مانند پل دو پل میں بجھنے والے تھے۔

"بس ہو گیا تمہارا پھر ٹھیک ہے جاؤ تمہیں تو چلی جاؤ میں بھی تم سے بات نہیں کروں گا خفا ہو جاؤں گا تمہاری طرح۔" سبحان نے آخری داؤ چلتے ہوئے اسی کے انداز میں دھمکایا تو دوپٹے کو تہہ لگاتی وہ ہنس دی۔

"چلو کوئی بات نہیں میں منا لوں گی آپ کی طرح کیونکہ جو بات رات کی تاریکی میں پرنور چاندنی کی موجودگی میں روٹھے محبوب کو منانے میں ہے وہ اب کہاں ہے نا یہی کہا تھا نہ آپ نے بھی میری ناراضگی کو بنا خاطر میں لائے۔" وہ بھی کہاں چوکنے والی تھی فوراً اپنا پلٹتے ہوئے اسی کی بات دہرا کر سبحان کو لاجواب کر گئی یعنی لین دین اور حساب کتاب میں بھی وہ ماہر ہو چکی تھی اور بیچارہ سبحان اسے کسی اینگل سے ہاتھ نہ آتے دیکھ کر چپ ہو گیا کیونکہ ہر بار کی طرح داجی کے فیصلے پر وہ کوئی احتجاج نہ کر سکا تاہم پلوشہ سے دل

میں پکی ناراضگی کی ٹھان لی تھی۔

وہ جیسے ہی ہاشم ولا پہنچی میکے اور سسرال والوں نے مشترکہ طور پر اس کا پرتپاک خیر مقدم اور والہانہ استقبال کیا سبھی سے ملنے کے بعد وہ عروسہ سے لپٹ کر خوب روئی دل کا سارا غبار نکالنے کے بعد ننھے طاہر کو خود میں بھینچ کر پیار کرتے ہوئے اپنے بدلے چال چلن اٹھنے بیٹھنے کے معززانہ انداز سے وہ بابا، ماما، اماں بی سمیت عروسہ کو بھی حیران بلکہ پریشان کر گئی۔

"مائی گاڈ پلوشہ یہ تم ہو اتنی سمجھدار ڈیسنٹ عقلمند اور سوبری کم از کم میری بہن پلوشہ جبران نہیں ہو سکتی۔" عروسہ نے بے شمار خوبیوں کو اس میں یکجا محسوس کرتے ہوئے اپنے بھی گھر والوں کے منہ کی بات چھین لی وہ سب کی مشترکہ رائے کے طور پر حیرانی سے بولی تو سب نے منتظر جوابی نظروں سے اسے دیکھا جو باقاعدہ تیوریاں ڈال کر [illegible] وقت کمرے میں صرف اس کے میکے والے ہی تھے۔

"شاباش یعنی پہلے میں بے وقوف تھی کوئی تھی یا پھر میرے سر پر سینگ تھے جواب نہیں ہیں کم آن عروسہ اب میری شادی ہو گئی ہے سو مسئلے مسائل ہیں میرے گھر کے پہلے جو میں بچپنا کرتی تھی وہ اس لیے کیونکہ واقعی میں آپ سب کے لیے بچی تھی لیکن اب مجھے بڑا ہونا پڑا کیونکہ سبحان کے علاوہ اور بہت سے رشتوں کا وجود مجھ سے منسوب ہے جنہیں احسن طریقے سے مجھے نبھانا ہے تاکہ کوئی آپ کی پرورش پر انگلی نہ اٹھائے سمجھیں میڈم اور ایک بات کہ تم اس وقت اپنی بہن پلوشہ جبران سے نہیں بلکہ مسز پلوشہ سبحان سے مخاطب ہو جو ہر لحاظ سے تمہیں مات دے سکتی ہے کیا سمجھیں۔" ایک ایک لفظ کو انتہائی طول کر بولتے ہوئے وہ سب پر حیرتوں کی بجلیاں گرا گئی۔

عروسہ تو بے ہوش ہو کر قریب بیٹھی ہونق سی اماں بی کی گود میں گرنے ہی والی تھی جو اگر اس کا بیٹا رو کر ساری توجہ اپنی جانب مبذول نہ کرواتا تاہم منیبہ جبران تو اس کے صدقے واری جانے لگیں واقعی وہ کتنا بدل گئی تھی اور اسے یوں سسرال کے رنگ میں رنگا دیکھ کر ان کے سینے سے ایک بہت بڑا بوجھ سرک گیا جس نے ان کے دن کا چین اور رات کی نیندیں اڑا رکھی تھیں۔

پھر دونوں گھروں میں ولیمے کی تیاریاں شروع ہو گئیں وقت کم تھا لیکن کام بہت زیادہ تھا اس لیے ہر کوئی اپنی تیاری کے معاملے میں گرمجوشی سے سرگرم عمل تھا پھر اسی افراتفری کے دنوں میں ولیمے سے ٹھیک دو دن پہلے داجی کی سخت ہدایت پر سبحان بھی آ گیا چپ چاپ کھنچا سا سب سے ملنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں بند ہو گیا دوپہر سے رات ہو گئی لیکن اسے پلوشہ نظر نہ آئی نہ ہی اس نے پوچھنا ضروری سمجھا کیونکہ وہ اسی سے ناراض تھا، اس لیے اب خود کو ترسانے کی اسے اچھی سزا دینا چاہتا تھا لیکن وہ نجانے کہاں تھی یہ انتظار طویل ہوتا جا رہا تھا وہ شدت سے اس کا منتظر تھا دوسری جانب اس مختصر عرصہ میں پلوشہ نے ایک سلیقہ شعار عورت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے میکے اور سسرال میں توازن رکھنے کے لیے وہ پوری سمجھداری سے اپنے فرائض نبھا رہی تھی، صبح ہوتے ہی وہ اپنے والدین کے ہاں چلی جاتی سارا دن گزارتی اور شام کو دانش اسے لینے چلا جاتا دونوں اطراف کو بنا موقع دیئے اس نے اپنی عقلمندی سے خوش کر رکھا تھا اور تو اور اپنے ہی ولیمے کے لیے وہ میکے اور سسرال کی تیاریوں میں خوب ہاتھ بٹا رہی تھی اور اپنی قیمتی آراء سے انہیں مستفید کر رہی تھی، اس رات وہ

©www.pkdigest.com

ذرا دیر سے دانش کے ساتھ لوٹی تو سبحان کی آمد کی خبر سن کر سیدھا اپنے کمرے میں چلی آئی سبحان اپنی وارڈ روب کے دونوں پٹ کھولے کھینچ کھینچ کر کپڑے نکال غصے سے پھینک رہا تھا شاید وہ اپنی نائٹ ڈریس ڈھونڈ رہا تھا اور نہ ملنے کی صورت میں نتیجتاً صوفے بیڈ اور قالین پر جا بجا ٹراؤزرز، شرٹس، کا ڈھیر لگا تھا پلوشہ اس کے نروٹھے پن کو بھانپتے ہوئے زیر لب مسکرائی اور بنا آہٹ کیئے اس کے عقب میں کھڑی ہوگئی۔

''ارے سبحان آ گئے آپ؟'' کمال مہارت سے انجان بننے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اس نے حیرت سے پوچھا کہ یکدم اس نے چونک کر پلوشہ پر بھرپور نظر ڈالی سیاہ لباس میں اجلی کرن کی مانند دمکتی رنگت کتنی توجہ طلب حسن سمیٹے ہوئے تھی، کچھ لمحے وہ اس کے دیکھے گیا لیکن جیسے ہی نظر اس کے ہشاش بشاش چہرے پر پڑی تو غصہ نئے سرے سے عود کر آیا اس لمحے پلوشہ کی ہنسی نے زہر کا کام کیا۔

''کیوں نہیں آنا چاہیے تھا؟ واپس چلا جاؤں۔'' لٹھ مار انداز میں جواب دیا گیا تھا الٹا اس کے منہ پر دے مارا تھا وہ بمشکل ہنسی کنٹرول کر پائی پھر جان بوجھ کر اسے تنگ کرنے کو دل چاہا کیونکہ وہ پہلی بار یوں روٹھا روٹھا سا بے حد کیوٹ لگ رہا تھا۔

''اوئے ہوئے ایسے غصہ کیوں ہو رہے ہیں میں نے تو ایسے ہی پوچھ لیا اب ظاہر ہے آپ کو آنا تو تھا ہی کیونکہ پرسوں ہمارا ولیمہ جو ہے۔'' قالین پر بکھرے ڈھیر کو اٹھا کر بیڈ پر رکھتے ہوئے اس نے نارمل انداز میں یاد دہانی کروائی جواب میں سبحان نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

''ہوں بڑا شوق ہے تمہیں ولیمہ کروانے کا۔''

''ظاہر ہے بار بار دلہن بننا کس کو اچھا نہیں لگتا بشرطیکہ دولہا ایک ہو۔'' پلوشہ نے اس کے وجیہہ چہرے کو دل شوق نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو پل بھر کو سبحان ہکا بکا رہ گیا کیا کہنا چاہ رہی تھی وہ کیا مطلب تھا اس کی بات کا آج، وہ بہت بدلی سی لگ رہی تھی اس کا شرارتی لہجہ نگاہوں کی شوخ ادائیں شریر چال ڈھال اور معنی خیز اشارے آج تو وہ کچھ نیا ہی رنگ لیے ہوئے تھی سبحان نے اسے بغور دیکھا پھر سر جھٹکتے ہوئے رخ پھیر کر الماری کا جائزہ لینے لگا جو مکمل طور پر خالی ہو چکی تھی انداز اسے یکسر اگنور کرنے والا تھا وہ دو قدم آگے بڑھ آئی۔

''سبحان خفا ہیں مجھ سے۔'' اس نے سبحان کو بے چینی سے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا تو اس کا ہاتھ رک گیا۔

''نہیں مجھے تو جھگڑا ڈالنا چاہیے نا کہ میری بیوی مجھے وہاں اکیلے چھوڑ کر یہاں بھاگ آئی تھی۔'' پلوشہ کا یوں معصوم بننا اسے زہر لگا اس لیے وہ پھٹ پڑا۔

''یہ آپ غلط بیانی کر رہے ہیں میں بھاگی نہیں تھی بلکہ دا جی نے مجھے بلوایا تھا۔'' پلوشہ نے اس کی بات کی توضیح کی تو وہ خاموش ہو گیا۔

''اچھا بابا مانا کہ میری غلطی تھی چلیں اب ناراضگی چھوڑیں اور فٹافٹ مان جائیں۔''

''اوہ تو آپ کو میری ناراضگی کی پرواہ ہے۔'' سبحان نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

''بالکل اب آپ کی نہیں تو کیا پڑوسیوں کی پرواہ کروں گی میں۔'' اس نے سبحان کی بات مذاق میں اڑائی تو وہ غصے سے اسے گھورنے لگا یعنی اب بھی وہ اس معاملہ میں غیر سنجیدہ تھی لیکن پلوشہ نے پرواہ نہ کرتے ہوئے کپڑوں کے ڈھیر کو کھنگالا اور اسکائی بلو شرٹ نکالی۔

''لیجیے شرٹ ڈھونڈ رہے تھے نا آپ یہ

پہن لیں یہ آپ پر بہت سوٹ کرے گی۔'' شرٹ سبحان کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا تو سبحان نے ناگواری سے شرٹ کو دیکھا اور غصے سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''نہیں پہننی مجھے۔''

''اوہو سبحان پہن لیجیے نا۔'' وہ بضد ہو کر بولی۔

''ایک بار کہہ دیا نا کہ نہیں پہننی سمجھ میں نہیں آتا تمہیں۔'' اب بار سبحان بنا لحاظ کیئے غصے سے دھاڑا تو وہ سہم گئی دل تو بے حد دکھا لیکن وہ بات کو مزید طول دے کر بگاڑنا نہیں چاہتی تھی اس لیے نظر انداز کر گئی۔

''چلیے جناب مت پہنیے کیونکہ ایسے بھی آپ بے حد حسین لگ رہے ہیں۔'' پلوشہ نے بڑے واضح الفاظ میں اس کے کسرتی جسم کو دیکھ کر شوخی سے کہا تو سبحان کی پیشانی پر بل پڑ گئے گو کہ سبحان اس کی اس ادا پر قربان ہو گیا تھا ایک بار تو اس کا دل چاہا کہ فوراً مان جائے لیکن وہ بدلہ پورا کرنا چاہتا تھا کیونکہ اپنی بے قراریوں کا کچھ تو خراج وصول کرنا تھا۔

''اچھا سبحان پلیز اب مان بھی جایئے نا۔'' وہ باقاعدہ منتوں پر اتر آئی تھی سبحان کا دل بلیوں اچھلنے لگا لیکن چہرے پر سنجیدگی کا خول چڑھا رکھا تھا۔

''اور اگر میں نہ مانوں تو کیا کرلو گی تم۔''

''خیر جناب کرنے کو تو میں بہت کچھ کر سکتی ہوں کیونکہ آپ کو منانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جانتے ہیں کیسے۔'' پراعتماد لہجے میں کہتے ہوئے وہ کئی قدم کا فاصلہ سمیٹ کر اس کے مقابل آ گئی اور اس کی پیاسی آنکھوں میں جھانکا جہاں شکوہ تھا گلہ تھا ناراضگی تھی کیا کچھ نہ تھا اس کی آنکھوں میں پلوشہ نے فراخ دلی سے اس کے شکوے کو قبول کیا لیکن دوسری جانب سبحان اس کے اس قدر والہانہ انداز پہ بھونچکا رہ گیا یہ تو واقعی اس پلوشہ سے مختلف تھی جو ان احساسات سے بالکل نابلد تھی، پلوشہ وہ ناکافی فاصلہ بھی سمیٹ کر اس کے شانے میں خود کو چھپا گئی اور وہ حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن کبوتر کی طرح آنکھیں مٹکاتا رہ گیا۔

''مجھے معاف کر دیں سبحان آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی کیونکہ اب میں خود بھی آپ سے ایک لمحے کے لیے بھی دور نہیں ہونا چاہتی شاید آپ یقین نہ کریں لیکن یہی سچ ہے کہ آپ کی جدائی میں یہ دن رات میرے لیے بھی سولی پر کٹے اس پل کے بعد یہ دوریاں میرے لیے بھی عذاب بن گئی تھیں۔'' یہ کیا کہہ گئی تھی وہ مکمل خود سپردگی کے عالم میں پلوشہ کا یہ اعتراف مشک زعفران کی طرح اس کے پورے وجود میں سرائیت کر گیا۔

''پلوشہ تم یہ کیا......''

''شش...... پلیز سبحان مجھے کہہ لینے دیجیے۔'' اس نے سبحان کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش کروا دیا۔

''میں نے آپ کو بہت ستایا ہے نا اپنی نادانی کے باعث بہت تنگ کیا ہے لیکن اب ایسا نہیں ہوگا اب میں آپ کا مزید امتحان نہیں لوں گی کیونکہ اب میں نے رشتوں کو نبھانا سیکھ لیا ہے سبحان اب کبھی آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا I promise۔''

''پلوشہ سچ کہہ رہی ہو؟'' سبحان اس کے اقرار پر پھولے نہیں سما رہا تھا اس لیے بے یقینی سے پوچھنے لگا، تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا فرط خوشی کے باعث سبحان نے اسے کھینچ کر خود سے لگا لیا، ابھی وہ اس لمحے سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھا پائے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور عروسہ چلی آئی عروسہ کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر حیران بھی سبحان نے فوراً

©www.pkdigest.com

سبحان سے یہ عروسہ کی پہلی ملاقات تھی دونوں نے سلام دعا کے بعد ہلکی بات چیت کی دونوں کو ایک دوسرے کی عادت بے حد اچھی لگی خاص کر عروسہ کو جو اس کی تعریف کرتے نہیں تھک رہی تھی۔

''سبحان بھائی میں آپ کو پرسنلی تھینکس بولنا چاہتی تھی کہ آپ نے میری بہن کو سدھار دیا۔'' عروسہ کی بات پر پلوشہ نے خفگی سے اسے گھورا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ میں پہلے بگڑی ہوئی تھی۔'' اسے اپنے پرانے سٹائل میں ناک سکوڑتے دیکھ کر وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس دیے۔

''ارے نہیں ڈیر تم تو شروع سے ہی بہت اچھی تھیں بس ذرا پالش کرنے کی ضرورت تھی۔'' عروسہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''Any way سبحان بھائی معافی چاہتی ہوں اس وقت دخل اندازی کی دراصل میں پلوشہ کو لے جانے آئی ہوں دراصل پرسوں آپ کا ولیمہ ہے نا اس کے بعد تو یہ آپ کے ساتھ چلی جائے گی اس لئے میں چاہتی ہوں کہ مختصر وقت میں اپنی بہن کے ساتھ گزاروں اپنے ہاتھوں سے اسے دلہن بناؤں اپنی آنکھوں کے سامنے اسے وداع کروں تاکہ میرا ارمان پورا ہو جائے لیکن اس کے لئے مجھے آپ کی اجازت درکار ہے کیا میں اسے لے جا سکتی ہوں۔'' عروسہ نے اپنی آمد کا اصل مقصد بتایا تو ان دونوں کے مسکراتے لب سکڑ گئے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پلوشہ کی تو جان ہی نکل گئی، سبحان کی ناراضگی کا سوچ کر اس کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

''نہیں عروسہ میں نہیں جا سکتی میں تو......''

''اوہو بڑا خیال آ رہا ہے جناب کا خیر تم سے پوچھا کس نے ہے میں تو سبحان بھائی سے پوچھ رہی ہوں۔'' عروسہ نے اس کی بوکھلاہٹ کا اور ہی مطلب نکالا تو پلوشہ بے بسی سے سبحان کو دیکھنے لگی جو اسے یوں ہونق بنا دیکھ کر مسکرا دیا۔

''ٹھیک ہے لے جائیں آپ پلوشہ کو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' سبحان نے کچی دلانہ انداز میں بنا کسی حیل و حجت کے اجازت دے دی تو پلوشہ گنگ رہ گئی۔

''لو اب تو شوہر محترم کی بھی Permistion مل گئی اب جلدی چلو کیونکہ میرا بیٹا خالہ کے انتظار میں رو رہا ہوگا ماما کے پاس چھوڑ کر آئی ہوں اسے۔'' عروسہ نے اجازت ملتے ہی اس کا بازو پکڑ کر عجلت گھسیٹتے ہوئے کہا۔

''عروسہ پلیز ذرا ایک منٹ۔'' پلوشہ نے اسے روکنے کی غرض سے کہا تو وہ رک گئی پھر ایک نظر ان دونوں کو دیکھا اور اپنی عقل پر ماتم کرتی ہنس دی۔

''او سمجھ گئی سوری سوری جلدی سے مل لو میں نیچے ویٹ کر رہی ہوں لیکن ذرا جلدی پلیز۔'' عروسہ نے شریر لہجے میں کہا تو وہ مسکراتے ہوئے شرما گئی پھر عروسہ کے جانے کے بعد سبحان کی طرف آئی۔

''سبحان آپ نے کیوں اجازت دی جبکہ میں تو......''

''پلیز پلوشہ مجھے اور شرمندہ مت کرو تم میری خوشی کی خاطر اتنا سوچ سکتی ہو تو کیا میں تمہاری خوشی کی خاطر یہ سب نہیں کر سکتا ویسے بھی عروسہ نے بہت مان سے کہا تھا اور میں اس کا یہ مان توڑنا نہیں چاہتا تھا اور جہاں تک ہمارے Relation کی بات ہے تو جہاں اب تک صبر کیا وہاں کچھ اور سہی۔''

''تو پھر آپ کی وہ ناراضگی کیا تھی؟''

''ارے یار وہ تو ایک ڈرامہ تھا تمہیں تنگ کرنے کا ورنہ کیا میں کبھی تم سے خفا ہو سکتا ہوں۔'' سبحان نے وضاحت دی تو وہ ہنسنے لگی۔

''تھینک یو سبحان آپ بہت اچھے ہیں۔''

پلوشہ کے دل سے بوجھ اتر گیا۔

''آں ہاں، ابھی اچھے بننے کے لئے ایک اور سرپرائز ہے میرے پاس یہ دیکھو ہمارے ہنی مون کی ٹکٹیں دادی نے آج ہی منگوائی ہیں یعنی ولیمے کے فوراً بعد ہم اپنے ہنی مون کے لئے شمالی علاقہ جات جائیں گے۔'' سبحان نے ٹراؤزر کی جیب سے ٹکٹیں نکال کر اس کے سامنے کرتے ہوئے بتایا تو اس نے خوشی سے ٹکٹیں جھپٹ لیں۔

''سچی او مائی گاڈ میں کتنی خوش ہوں سبحان رئیلی۔'' خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی سبحان نے اس کے اس روپ کو اپنے نینوں کی شوخی سے خوب سراہا۔

''پلوشہ...... پلوشہ پلیز جلدی آؤ۔'' نیچے سے عروسہ کی آواز آئی تو وہ ٹکٹیں اسے تھما کر سلام دعا کے بعد پلٹی۔

''رکو پلوشہ ذرا ایک منٹ۔'' وہ ابھی [illegible] سبحان کے پکارنے پر رک گئی۔

''کیا ہوا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا تو سبحان نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''کچھ نہیں بس ذرا گھڑی پر نظر ڈال کر ٹائم بتاؤ؟'' سبحان نے زیر لب مسکراتے ہوئے اپنی کھونٹی گھڑی کی طرف اشارہ کیا تو پلوشہ نے گھڑی کی سمت دیکھا۔

''دس بج گئے ہیں کیوں؟'' اس نے وقت بتا کر سوالیہ انداز میں سبحان کو دیکھا۔

''کیونکہ اب سے ٹھیک دو گھنٹے اور یکم جنوری 2010، یعنی نیا سال شروع ہونے والا ہے تم تو یہاں ہوگی نہیں اس لئے ابھی سے Advunce وش کر دیتا ہوں۔''

''Happy new year۔'' سبحان نے اسے روکنے کا مقصد بتایا تو کچھ پل کے لئے تو وہ کچھ نہیں پھر یاد آنے پر اپنے سر پر چپت لگا کر خود ہی ہنس دی۔

''ارے میں تو بالکل بھول گئی Any way thank you so much اور آپ کو بھی نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔'' پلوشہ نے اپنی بے خبری پر ہنستے ہوئے اسے بھی وش کیا پھر مسکراتی نگاہوں کا تصادم ہوا اور پلوشہ اس کی نگاہوں کی تپش سے گھبراتی نظریں جھکا گئی۔

سبحان دل کھول کر ہنسا اور پھر وہ جانے کے لئے مڑی کہ کچھ یاد آنے پر دوبارہ رک گئی اور اسے پکار بیٹھی۔

''سبحان!'' انداز مٹھاس سموئے ہوئے تھا۔

''بولو میری جان!''

''آئی...... مس لو یو۔'' بے حد شرماتے ہوئے بمشکل اس نے پہلی بار اعتراف کیا تو سبحان کے دل میں گلاب کھل اٹھے ہر طرف خوشبو ہی خوشبو پھیل گئی کتنی حسین لگ رہی تھی وہ یوں شرمائی ہوئی سبحان کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

''پلوشہ آئی مس یو تو تھری فور فائیو اینڈ سوا ون۔'' سبحان نے اپنے Style میں بڑھا چڑھا کر جواب دیا کہ وہ کھلکھلا کر ہنسی اور ہنستی چلی گئی جس میں سبحان کی بھی ہنسی شامل ہو گئی۔

''Ok good night and have sweet dreams۔'' آخری بار اسے بھرپور طریقے سے دیکھتے ہوئے وہ بولی۔

''ظاہر ہے اب Sweet dreams سے ہی کام چلانا پڑے گا۔'' سبحان نے اسے سرگوشی کر کہتے ہوئے اسے آنکھ ماری پھر وہ مطمئن ہو کر چلی گئی کہ یہ آنے والا وقت ان کی زندگی میں نئی امیدیں نئی بہاریں لے کر آنے والا تھا جہاں ہر طرف محبت تھی صرف اور صرف محبت۔

☆☆☆

©www.pkdigest.com